شمارہ نمبر ۱۴

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

مارچ / ۲۰۲۰

دو ماہی مجلّہ

الاجماع

- امام کے پیچھے قراءت کا مسئلہ (قسط ۱)
- امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) کے نزدیک ثقہ ہیں۔
- ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) نے ثقہ، امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) سے ان کے اختلاط پہلے روایت لی ہے۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

نوٹ:

حضرات ! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔

اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کی بجائے ادارہ کو مطلع فرمادیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے۔ حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر آگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ حنفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں،

تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ **حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں، اور تم زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔**

محدث ابو المآثر حبیب الرحمٰن اعظمی علیہ الرحمہ

بادلِ ناخواستہ

انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ فرقہ اہل حدیث اور دوسرے باطل فرقے اپنی تعلیمات اپنے سننے والوں میں بیان کرنے کی بجائے ہمیشہ دوسروں پر ،اکثر غیر مناسب انداز میں اعتراض کرنے کو ترجیح دیتا ہے اور اہل حق علماء کو گمراہ اور کافر کہنے تک سے گریز نہیں کرتے، جس سے فتنہ برپا ہوتا ہے۔

ان لوگوں کے اس فتنے کو بند باندھنے کیلئے بادل ناخواستہ قلم اٹھانا پڑتا ہے ،ورنہ ملکی اورعالمی حالات اس بات کا تقاضہ کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی صلاحتیں کہیں اور صرف ہوں۔

ادارہ: الاجماع فاؤنڈیشن

امام کے پیچھے قراءت کا مسئلہ (قسط ۱)

-مولانا نذیر الدین قاسمی

امام کے پیچھے قراءت کرنے کا مسئلہ فقہاء کے درمیان اختلافی ہے۔

لیکن قرآن و حدیث کے روشنی میں راجح یہی ہے کہ امام کے پیچھے قراءت کرنا متروک ہے۔**(اعلاء السنن: ج۴: ص۵۶، ۱۳۲)** اور نبی ﷺ اور صحابہؓ سے امام کے پیچھے قرآت کرنے کی ممانعت ثابت ہے۔

دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل نمبر ۱ :

اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔

جب قرآن پڑھا جائے،تو تم کان لگائے رہوا ، اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔**(سورۃ الاعراف: ۲۰۴)**

فہم سلف وائمہ مفسرین کی تفسیر:

(۱) امام المفسرین، حافظ الحدیث، امام مجاہد بن جبرؒ (م ۱۰۴ھ) کہتے ہیں کہ

قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في صلاة فيها قراءة، فسمع قراءة فتى من الأنصار، فأنزل الله عز وجل: {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا}

آنحضرت ﷺ نماز میں قراءت فرمارہے تھے کہ آپ ﷺ نے ایک انصاری نوجوان کو قراءت کرتے سنا، جس پر یہ آیت (**وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا**) نازل ہوئی۔ (**احکام القرآن للطحاوی: ج۱: ص۲۴۴**)[1]

---

[1] ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام ابو جعفر طحاویؒ (**م ۳۲۱ھ**) کہتے ہیں کہ

حدثنا ابن أبي مريم، قال: حدثنا الفريابي، عن ورقاء، عن ابن أبي نجيح، عن مجاهد، في قوله عز وجل: {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا}، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ في صلاة فيها قراءة، فسمع قراءة فتى من الأنصار، فأنزل الله عز وجل: {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا}۔ (احکام القرآن للطحاوی: ج۱: ص۲۴۴، ت الدكتور سعد الدين أونال، ط: مركز البحوث الإسلامية التابع لوقف الديانة التركي، استانبول)

سند کے رواۃ کی تحقیق درج ذیل ہے:

(۱) امام ابو جعفر، احمد بن محمد بن سلامۃ طحاویؒ (**م ۳۲۱ھ**) مشہور ثقہ، ثبت، محدث، فقیہ اور مصر کے حافظ الحدیث ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۲: ص۳۶**)

(۲) عبد اللہ بن محمد بن سعید بن ابی مریمؒ (**م ۲۵۳ھ**) صدوق ہیں۔

محدث مسلمہ بن قاسمؒ (**م ۳۵۳ھ**) نے کہا: کہ آپؒ ثقہ ہیں۔ حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (**م ۸۷۹ھ**) نے بھی ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۶: ص۱۱۰**)، امام ابو نعیم اصبہانیؒ (**م ۴۳۰ھ**)، امام دار قطنیؒ (**م ۳۸۵ھ**)، امام ضیاء الدین مقدسیؒ (**م ۶۴۲ھ**) وغیرہ نے ان کی حدیث کی تحسین و تصحیح کی ہیں۔ (**المسند المستخرج علی صحیح مسلم لابی نعیم: ج۱: ص۴۰۵، سنن دار قطنی: ج۲: ص۵۰۱، حدیث نمبر ۱۹۵۹، ج۳: ص۴۰۴، حدیث نمبر ۲۸۴۴، الاحادیث الا مختارۃ: ج۸: ص۲۶۱، ج۱۰: ص۱۸۳، ۱۵۴، ۱۵۳**) اور کسی حدیث کی تصحیح و تحسین اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے، جیسا کہ غیر مقلدین کا اصول ہے۔ (**الاجماع مجلہ: ش۴: ص۲**) لہذا عبد اللہ بن محمد بن سعید بن ابی مریمؒ (**م ۲۵۳ھ**) صدوق ہیں۔ نیز حافظ ذہبیؒ (**م ۷۴۸ھ**) نے بھی ان سے مروی حدیث کی سند کے بارے میں کہا: کہ اس کی سند صاف ہے۔ (**تذکرۃ الحفاظ: ج۳: ص۸۸**)

نوٹ:

امام ابن عدیؒ (**م ۳۶۵ھ**) کی جرح غیر صحیح ہے۔ حافظ ذہبیؒ (**م ۷۴۸ھ**) نے میزان میں کہا:

(۲) ایک اور قول میں امام مجاہدؒ (م ۱۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ

عن مجاهد، قال: "قرأ رجل خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فأنزلت: {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون}

رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایک آدمی نے قرات کی، تو یہ آیات " **وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون** " نازل ہوئی۔ (**تفسیر ابن ابی حاتم: ج۵: ص۱۶۴۶**)[2]

قال ابن عدي: حدث عن الفريابي بالبواطيل، ثم ساق له عن جده سعيد،

حدثنا ابن عيينة، عن عمرو بن دينار، عن ابن عباس في قوله تعالى: وشاورهم في الامر قال أبو بكر وعمر: قال ابن عدي: إما أن يكون مغفلا أو يتعمد، فإني رأيت له مناكير۔ (ميزان الاعتدال: ج ۲: ص ۴۹۱)

مگر ان کی جس "**۲**" احادیث کو ابن عدیؒ نے غیر محفوظ اور باطل کہا ہے۔ (**الکامل: ج۵: ص۴۱۹**)، ان میں وہ منفرد ہی نہیں ہے۔ مثلاً پہلی حضرت ابو سعید خدریؓ کی حدیث میں ابن ابی مریم کے متابع میں حسین بن ضحاک کے بھائی عبد الوہاب بن ضحاک النیساپوریؒ [**صدوق**] راوی موجود ہے۔ (**المتفق والمفترق للخطیب: ج۳: ص۱۵۴۵**)، اور دوسری ابن عباس کی حدیث میں ان کے متابع میں یحیی بن ایوب العلافؒ (**م۲۸۹ھ**) [**صدوق**] موجود ہے۔ (**المستدرک للحاکم: ج۳: ص۷۴، حدیث نمبر ۴۴۳۶**) اس حدیث کو امام حاکمؒ (**م۴۰۵ھ**) اور امام ذہبیؒ (**م۷۴۸ھ**) نے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ لہذا امام ابن عدیؒ (**م۳۶۵ھ**) کی جرح غیر صحیح ہے۔

(۳) ورقہ بن عمر بن کلیب الیشکریؒ صحیحین کے راوی اور صدوق ہیں۔ (**تقریب: رقم ۷۴۰۳**)

(۴) عبد اللہ بن ابی نجیح، ابو یسار المکیؒ (**م۱۳۱ھ**) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۳۶۶۲**)

(۵) امام مجاہد بن جبرؒ (**م۱۰۴ھ**) مشہور ثقہ اور مضبوط، حافظ الحدیث اور ائمہ تفسیر میں سے ہیں۔ (**تقریب: رقم ۶۴۸۱، الکاشف للذہبی**)

معلوم ہوا کہ یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

[2] مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور امام الجرح والتعدیل، امام عبد الرحمٰن ابن ابی حاتمؒ (**م۳۲۷ھ**) کہتے ہیں کہ

حدثنا أبو سعيد الأشج، ثنا أبو خالد، عن حجاج، عن ابن جريج، عن مجاهد، قال: "قرأ رجل خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم فأنزلت: {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون}۔(تفسیر ابن ابی حاتم: ج۵: ص ۱۶۴۲، ت أسعد محمد الطيب، ط مكتبة نزار مصطفى الباز - المملكة العربية السعودية)

سند کے رواۃ کی تحقیق درج ذیل ہے:

(۱) امام عبد الرحمٰن ابن ابی حاتمؒ (م ۳۲۷ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور امام الجرح والتعدیل ہیں۔(**کتاب الثقات للقاسم: ج۶: ص۲۹۶**)

(۲) عبد اللہ بن سعید الکندی، ابو سعید الاشجؒ (م ۲۵۷ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔(**تقریب: رقم ۳۳۵۴، الکاشف**)

(۳) سلیمان بن حیان، ابو خالد الاحمرؒ (م ۱۹۰ھ) بھی صحیحین کے راوی اور صدوق، امام ہیں۔(**الکاشف للذہبی: رقم ۲۰۸۰**)

(۴) عبد الملک بن عبد العزیز ابن جریجؒ (م ۱۵۰ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ، فاضل اور مدلس راوی ہیں۔(**تقریب: رقم ۴۱۹۳**)

نوٹ:

اگرچہ اس روایت میں ابن جریجؒ (م ۱۵۰ھ) کا "عنعنہ" موجود ہے، لیکن ان کے متابع میں ثقہ راوی "عبد اللہ بن ابی نجیح، ابو یسار المکیؒ (م ۱۳۱ھ)" موجود ہے۔(دیکھئے پہلی روایت)، لہذا اس روایت میں ان پر تدلیس کا الزام باطل اور مردود ہے۔

(۵) امام مجاہد بن جبرؒ (م ۱۰۴ھ) مشہور ثقہ و مضبوط، حافظ الحدیث اور ائمہ تفسیر میں سے ہیں۔(**تقریب: رقم ۶۴۸۱، الکاشف للذہبی**)

معلوم ہوا کہ یہ سند بھی حسن ہے۔

نوٹ نمبر ۱:

امام مجاہدؒ (م ۱۰۴ھ) کی یہ تفسیر **درایتاً متصل ہے**۔ کیونکہ باقاعدہ مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے پوری تفسیر پڑھی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) کہتے ہیں کہ

مجاہدؒ نے فرمایاہیں کہ میں نے مصحف قرآنی، حضرت ابن عباسؓ کے سامنے پیش کر دیا، ہر آیت پر انہیں ٹھہراتا اور ان سے مطلب سمجھتا تھا۔ اسی وجہ سے امام سفیان ثوری فرمایا کرتے تھے جب تمہیں تفسیر، مجاہد سے پہنچے تو بس بالکل کافی ہے۔ **(اصول تفسیر لابن تیمیہ اردو: ص ۱۵، طبع المکتبۃ السلفیۃ)**، ایک اور مقام پر امام صاحب کہتے ہیں کہ

مجاهد بن جبر فإنه كان آية في التفسير كما قال محمد بن إسحاق: حدثنا أبان بن صالح عن مجاهد قال: عرضت المصحف على ابن عباس ثلاث عرضات من فاتحته إلى خاتمته أوقفه عند كل آية منه وأسأله عنها وبه إلى الترمذي قال: حدثنا الحسين بن مهدي البصري حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن قتادة قال: ما في القرآن آية إلا وقد سمعت فيها شيئا وبه إليه قال حدثنا ابن أبي عمر حدثنا سفيان بن عيينة عن الأعمش قال: قال مجاهد: لو كنت قرأت قراءة ابن مسعود لم أحتج أن أسأل ابن عباس عن كثير من القرآن مما سألت. وقال ابن جرير: حدثنا أبو كريب قال: حدثنا طلق بن غنام عن عثمان المكي عن ابن أبي مليكة قال: رأيت مجاهدا سأل ابن عباس عن تفسير القرآن ومعه ألواحه قال: فيقول له ابن عباس اكتب حتى سأله عن التفسير كله۔

امام مجاہد بن جبرؒ تفسیر میں ایک آیت(نشانی) تھے،ایک روایت میں وہ خود کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ کے سامنے قرآن کریم کو شروع سے اخیر تک تین مرتبہ پیش کیا، ہر آیت پر ان کو ٹھہراتا اور ان سے اس آیت کے بارے میں معلوم کرتا،امام قتادہؒ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی ہر آیت کے بارے میں ،میں نے کچھ نہ کچھ علم ضرور سن رکھا ہے،ایک روایت میں اعمشؒ کہتے ہیں کہ مجاہدؒ فرماتے ہیں :اگر میں حضرت ابن مسعودؓ کی قراءت پڑھا ہوتاتو حضرت ابن عباسؓ سے قرآن کریم کے بارے میں ، میں نے جو سوالات کئے تھے ان میں سے بہت سے سوالات کی ضرورت ہی پیش نہ آتی ،ابن ملیکہؒ کہتے ہیں کہ میں نے مجاہد کو ابن عباسؓ سے قرآن کی تفسیر کے بارے میں سوال کرتے دیکھا، اور مجاہدؒ کے پاس تختیاں تھیں،راوی کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ مجاہد سے کہتے لکھو، یہاں تک کہ مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے پوری تفسیر پوچھ لی۔ **(مجموع الفتاوی: ج۱۳: ص۳۶۸)**

اسی طرح شیخ الاسلامؒ کے شاگر حافظ ابن القیمؒ **(م ۷۵۱؁ھ)** نے بھی مجاہدؒ کے بارے میں یہی نقل کیا ہے۔دیکھئے **الصواعق المرسلۃ: ج۳: ص ۹۲۴،**

امام احمد بن حنبلؒ **(م ۲۴۱؁ھ)** نے اصحاب ابن عباس میں پہلے نمبر پر مجاہدؒ کو ذکر کیا ہے۔ **(علل احمد بروایت عبد اللہ: رقم ۲۷۶)**، حافظ ذہبیؒ **(۷۴۸؁ھ)** کہتے ہیں کہ ”**رَوَى عَنِ: ابْنِ عَبَّاسٍ - فَأَكْثَرَ وَأَطَابَ - وَعَنْهُ أَخَذَ القُرْآنَ، وَالتَّفْسِيْرَ، وَالفِقْهَ**“ انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کیا، پس کثرت سے اور بہترین (روایت) کیا، انہیں سے قرآن، تفسیر اور فقہ حاصل کیا۔ **(سیر: ج۴: ص ۴۵۰)**، امام ابن حزمؒ **(م ۴۵۶؁ھ)** نے مجاہدؒ کو مکہ کے **الطبقۃ الاولی** کے قراء میں شمار کیا اور کہا کہ ان ہونے ابن عباسؓ کے پاس قریب قریب ۲۷ بار مکمل قرآن پڑھا۔ **(اکمال تہذیب الکمال: ج۱۱: ص ۷۹)**، امام ابن

کثیرؒ (م۷۷۴ھ) کہتے ہیں کہ " **کان من أخصاء أصحاب ابن عباس** "عبد اللہ بن عباسؓ کے اصحاب میں مجاہدؒ خاص الخاص تھے۔(**البدایہ والنہایہ: ج۹: ص ۲۵۰**)

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ امام مجاہدؒ نے قرآن کی تفسیر ابن عباسؓ سے لی ہے۔بلکہ کئی بار قرآن کی مکمل تفسیر ابن عباسؓ سے سیکھی۔لہذا تفسیر میں مجاہد کی مرسل روایت درصل معنوی طور پر ابن عباسؓ سے مروی ہو گی۔

بلکہ "**مجاھد عن رسول اللہ**" کا معاملہ بالکل "**علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس**" کی طرح ہے۔علی بن ابی طلحہؒ (**م۱۴۳ھ**) نے اگر چہ ابن عباسؓ کو نہیں پایا، لیکن ائمہ نے صراحت کی ہے کہ ان ہونے ابن عباسؓ کے ثقہ اصحاب مثلاً مجاہدؒ سے علم حاصل کیا اور پھر ان سے ارسال کیا، اور یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ، امام ابو حاتمؒ وغیرہ محدثین نے اس سند "**علی بن ابی طلحۃ عن ابن عباس**" پر اعتماد کیا ہے۔(**میزان الاعتدال: ج۳: ص ۱۳۴، تحفۃ اللبیب بمن تکلم فیھم الحافظ ابن حجر من الرواۃ في غیر التقریب: ج۱: ص ۵۸۶**)،

بس یہی معاملہ تفسیر میں مجاہدؒ کی مرسل روایات کا ہے۔ اس لئے کہ اگر چہ مجاہدؒ نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں پایا، لیکن رسول اللہ ﷺ کے ثقہ صحابی ابن عباسؓ سے علم تفسیر حاصل کیا۔اور پھر ان سے ارسال کیا۔لہذا تفسیر میں "**مجاھد عن رسول اللہ**" کی سند معنوی طور پر متصل اور حجت ہو گی۔ واللہ اعلم

نیز اس آیت [**وإذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وأنصتوا**] کے شان نزول میں مجاہدؒ کی روایت خاص طور سے متصل اور حجت ہیں۔کیونکہ جس طرح مجاہدؒ نے اس آیت جو شان نزول بیان کیا ہے۔بالکل اسی طرح وہی شان نزول عبد اللہ بن عباسؓ سے بھی مروی اور ثابت ہے۔(**دیکھئے ص:۱۸-۱۹**)

ارشاد الحق اثری اور دیگر علماء کا اعتراض اور اس کا جواب:

لہذا مجاہدؒ کا ابن عباسؓ سے علم تفسیر حاصل کرنا، اور پھر اس آیت کا عبد اللہ بن عباسؓ کی طرح، مجاہدؒ کا بھی وہی شان نزول بیان کرنا، یہ بات کو واضح کرتا ہے کہ مجاہدؒ نے یہ روایت عبد اللہ بن عباسؓ سے ہی سنی ہے۔لہذا یہ روایت درایتاً متصل اور حجت ہیں۔ نیز ارشاد الحق اثری اور دیگر علماء کا اس روایت کو کو مرسل اور منقطع کہنا غیر صحیح اور باطل ہے۔

نوٹ نمبر ۲:

بقول بعض علماء کے، اگر اس کو مرسل بھی تسلیم کرلیا جائے، تو بھی امام مجاہد بن جبرؒ (**م۱۰۴ھ**) کی مراسیل ائمہ کے نزدیک مقبول اور دیگر مراسیل سے بہتر ہے۔

(۳) امام محمد بن مسلم، ابو بکر الزہریؒ (م ۱۲۵ھ) کہتے ہیں کہ

عن الزهري، قال: نزلت هذه الآية في فتى من الأنصار كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كلما قرأ شيئا قرأه، فنزلت: {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا}۔

---

(۱) امام ابو داودؒ (م ۲۷۵ھ) سے سوال کیا گیا کہ مراسیل مجاہد بہتر ہے یا مراسیل عطاء ؟؟ تو جواب دیا کہ مراسیل مجاہد بہتر ہے، کیونکہ عطاء ہر ایک سے روایت لیتے تھے۔ **(تہذیب الکمال: ج ۲۷: ص ۲۳۳)**

(۲) قریب قریب یہی بات امام یحیی بن سعید القطانؒ (م ۱۹۸ھ)

(۳) امام علی بن المدینیؒ (م ۲۳۴ھ)

(۴) امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) وغیرہ نے بھی کہی ہے۔ **(العلل الصغیر للترمذی : ص ۷۵۴، المراسیل لابن ابی حاتم : ص ۴، الجامع العلوم الامام احمد: علوم الحدیث: ج ۱۵: ص ۴۱۸)**

(۵) حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) کہتے ہیں کہ مراسیل مجاہد حسن (اچھی) ہے۔ **(شرح عمدۃ لابن تیمیہ، کتاب الصلاۃ : ص ۱۵۴)**

(۶) حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کہتے ہیں کہ ابراھیم نخعیؒ، شعبیؒ اور مجاہدؒ کی مراسیل مضبوط مراسیل ہیں اور ان میں کوئی حرج نہیں، ایک جماعت نے ان کو قبول کیا اور ایک نے رد کیا۔ **(الموقظة: ص ۴۰)**

(۷) شیخ الالبانیؒ بھی کہتے ہیں کہ "**من المسلّم عند العلماء أن مراسيل مجاهد خير من مراسيل غيره من التابعين كعطاء وغيره، فإن لم يثبت سماعه للحديث من أبي ذر؛ فهو مرسل صحيح، يمكن تقويته ببعض الشواهد**" علماء کے نزدیک یہ مسلمات میں سے ہے کہ مراسیل مجاہد دیگر تابعین مثلاً عطاء وغیرہ سے بہتر ہے۔لہذا حدیث کے سلسلے میں اگرچہ مجاہد کا سماع ابو ذرؓ سے ثابت نہیں، تو بھی مجاہدؒ کی روایت صحیح مرسل ہے، جس کا بعض شواہد کے ذریعہ قوی ہونا ممکن ہے۔ **(الصحیحۃ: ج ۷: ص ۱۲۱۶)**

معلوم ہوا کہ ائمہ اور علماء کے نزدیک مراسیل مجاہد بہتر، اچھی اور مضبوط مراسیل ہے۔ نیز وہ شواہد کے ذریعہ اور بھی قوی ہوسکتی ہے۔ اس کے مزید شواہد آگے آرہے ہیں، اس لحاظ بھی یہ روایت مقبول اور قوی ہے۔لہذا اثری صاحب کا اعتراض باطل ہے۔

یہ آیت آنصار کے ایک نوجوان کے واقعہ میں نازل ہوئی ہے۔رسول اللہ ﷺ جب جب بھی نماز میں قرات کرتے تھے،تو وہ بھی قرات کرتے،تو اس پر یہ آیات {وإذا قـــــــــــرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا} نازل ہوئی۔(تفسیر الطبری لابن جریر:ج ۱۰:ص ۶۵۹)[3]

---

[3] مشہور مفسر، امام محمد بن جریر الطبریؒ (م ۳۱۰؁ھ) اس کی سند یوں بیان فرماتے ہیں کہ

حدثني أبو السائب، قال: ثنا حفص، عن أشعث، عن الزهري، قال: "نزلت هذه الآية في فتى من الأنصار كان رسول الله صلى الله عليه وسلم كلما قرأ شيئا قرأه، فنزلت: {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا}۔(تفسير ابن جرير الطبری: ج ۱۳: ص ۳۴۶،ت: أحمد محمد شاكر، ط: مؤسسة الرسالة)

<u>سند کے رواۃ کی تفصیل یہ ہیں:</u>

(۱) امام محمد بن جریر الطبریؒ (م ۳۱۰؁ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور ائمہ تفسیر میں سے ہیں۔**(کتاب الثقات للقاسم: ج ۸: ص ۲۱۵)**

(۲) سلم بن جنادۃ، ابو السائب الکوفیؒ (م ۲۵۴؁ھ) سنن ترمذی اور سنن ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔**(تقریب: رقم ۲۴۶۴)**، نیز ان کے متابع میں سفیان بن وکیعؒ [**مقبول عند المتابعة**] **(تفسیر ابن جریر: ج ۱۳: ص ۳۴۸)** اور سہل بن عثمان العسکریؒ (**م ۲۳۵؁ھ**) [ثقہ] **(القراءۃ خلف الامام للبیہقی: ص ۱۱۵)** وغیرہ موجود ہے۔

(۳) حفص بن غیاثؒ (**م ۱۹۵؁ھ**) صحیحین کے راوی اور ثقہ فقیہ ہیں۔**(تقریب: رقم ۱۴۳۰)**

نوٹ:

چونکہ ان کے متابع میں سلیمان بن حیان، ابو خالد الاحمرؒ (**م ۱۹۰؁ھ**) [صدوق]، عبد الرحمٰن بن محمد بن زیاد المحاربیؒ (**م ۱۹۵؁ھ**) [ثقہ] **(تفسیر ابن جریر: ج ۱۳: ص ۳۴۸)** اور یحیی بن زکریا بن ابی زائدۃؒ (**م ۱۸۴؁ھ**) [ثقہ، متقن] **(القراءۃ خلف الامام للبیہقی: ص ۱۱۵)** وغیرہ موجود ہے۔لہذا اس روایت میں حفص بن غیاثؒ (**م ۱۹۵؁ھ**) پر تدلیس اور اختلاط کا الزام باطل اور مردود ہے۔

(۴) اشعث بن سوار الکوفیؒ (**م ۱۳۶؁ھ**) صحیح مسلم اور سنن ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی ہے اور ان کے بارے میں اختلاف ائمہ کا ہے۔بعض نے جرح کی اور بعض نے توثیق کی ہے۔حافظ ذہبیؒ (**م ۷۴۸؁ھ**) اور حافظ نور الدین الہیثمیؒ (**م ۸۰۷؁ھ**) نے ان کو حسن الحدیث تسلیم کیا ہے۔**(من تکلم فیہ وھو موثق للذہبی: ص ۴۸، مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۶۴۰۶، سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام، از زبیر علی زئی: ص ۳۴)**، حافظ الحدیث، امام عبد الحق الاشبیلیؒ (**م ۵۸۱؁ھ**) کہتے ہیں کہ میں نے اشعث کے سلسلے میں ابن عدیؒ کے قول سے بہتر قول

(۴)　مشہور کبار تابعی، امام، مفسر رفیع بن مہران، ابو العالیہؒ (م۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ

کسی کا نہیں سنا، اور امام ابن عدیؒ (م۳۶۵ھ) کا قول یہ ہے کہ **"أشعث بن سوار قد روى عنه أبو إسحاق السبيعي، وشعبة وشريك ولم أجد لأشعث فيما يرويه متنا منكرا إنما في الأحايين يخلط في الإسناد ويخالف"** اشعث بن سوار سے ابو اسحاق السبیعی، شعبہ اور شریک نے روایت کی ہے اور میں نے اشعث کی کوئی روایت متن کے اعتبار سے منکر نہیں پائی، البتہ وہ بعض مرتبہ میں سندوں کو ملا دیتے ہے اور کبھی مخالفت کرتے ہیں۔ **(الکامل لابن عدی: ج۲: ص۴۵)**

لیکن اس روایت میں ابن عدیؒ کا قول **"يخلط في الإسناد ويخالف"** مضر نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں پر نہ انہوں نے مخالفت کی اور نہ ہی سند بیان کی۔ بلکہ صرف اپنے شیخ سے ایک قول نقل کیا ہے۔

لہذا یہاں اس روایت میں وہ مقبول ہے۔

<u>نوٹ:</u>

اشعثؒ کی روایت کی تائید امام زہریؒ (م۱۲۵ھ) کے ایک اور قول سے بھی ہوتی ہے، جس میں امام صاحبؒ نے اسی آیات سے امام کے پیچھے (خاص طور سے جہری نماز میں) قراءت نہ کرنے پر استدلال فرمایا ہے۔ **(تفسیر ابن جریر الطبری: ج۱۳: ص۳۵۰)**، لہذا معلوم ہوا کہ امام زہریؒ (م۱۲۵ھ) نے نزدیک یہ آیات قراءت خلف الامام کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس کا تذکرہ اشعث کی روایت میں ہے۔

لہذا متابعات کی صورت میں اشعثؒ اور بھی معتبر ہو جاتے ہیں۔ نیز غالباً یہی وجہ ہے کہ ائمہ مفسرین، مثلاً، امام ابو اسحاق ثعلبیؒ (م۴۲۷ھ)، امام ابو الحسن الواحدی النیساپوریؒ (م۴۶۸ھ)، حافظ ابن جوزیؒ (م۵۹۷ھ)، وغیرہ نے امام زہریؒ (م۱۲۵ھ) کے اس قول کو بالجزم نقل کیا ہے۔ **(تفسیر ثعلبی: ج۴: ص۳۲۱، اسباب النزول: ص۲۳۳، زاد المسیر: ج۲: ص۱۸۳)**

پھر مجاہدؒ، محمد بن کعب القرظیؒ، ابو العالیہؒ کی بھی روایات ان کے شواہد میں موجود ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس روایت میں ان پر جرح باطل اور مردود ہے۔

(۵)　امام محمد بن مسلم، ابو بکر الزہریؒ (م۱۲۵ھ) صحیحین کے راوی اور مشہور حافظ الحدیث اور فقیہ ہیں، جس کی عظمت اور شان پر سب کا اتفاق ہے۔ **(تقریب)**

لہذا یہ سند حسن مرسل ہے۔

عن أبي العالية, قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم "إذا صلى فقرأ أصحابه فنزلت {فاستمعوا له وأنصتوا} فسكت القوم وقرأ النبي صلى الله عليه وسلم۔

جب جب بھی رسول اللہ ﷺ نماز میں قراءت کرتے، تو آپ ﷺ کے اصحاب ؓ بھی قراءت کرتے، تو اس پر یہ آیات "**فاستمعوا له وأنصتوا**" نازل ہوئی، پھر اس کے بعد اصحاب خاموش ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ قراءت فرماتے۔ (**کتاب القراءۃ للبیہقی: ج ۱۰۷**)[4]

---

[4] امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ, أنا أبو علي الحسين بن علي الحافظ, نا أبو يعلى, نا المقدمي, نا عبد الوهاب, عن المهاجر, عن أبي العالية, قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم "إذا صلى فقرأ أصحابه فنزلت {فاستمعوا له وأنصتوا} فسكت القوم وقرأ النبي صلى الله عليه وسلم۔ (كتاب القراءة خلف الإمام للبيهقي: ص ۱۰۷، ت: محمد السعيد بن بسيوني زغلول, ط: دار الكتب العلمية–بيروت)

رواۃ کی تحقیق درج ذیل ہے:

(۱) امام ابو بکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم، تاریخ الاسلام للذہبی**)

(۲) امام ابو عبد اللہ الحاکم الصغیرؒ (م ۴۰۵ھ) بھی مشہور ثقہ حافظ الحدیث اور المستدرک علی الصحیحین کے مصنف ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۸: ص ۳۹۲**)

(۳) امام ابو علی حسین بن علی الحافظؒ (م ۳۴۹ھ) بھی مشہور مضبوط، حافظ الحدیث اور صاحب **التصنیفات** ہیں۔ (**سیر للذہبی: ج ۱۶: ص ۵۱**)

(۴) امام ابو یعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) بھی مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور صاحب مسند ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۱: ص ۴۳۰**)

(۵) محمد بن ابو بکر، ابو عبد اللہ المقدمیؒ (م ۲۳۴ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۷۶۱**)

(۶) عبد الوھاب بن عبد المجید الثقفیؒ (م ۱۹۴ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۴۲۶۱**)

نوٹ:

عبد الوهابؒ آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے، اور حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) کہتے ہیں کہ **"قلت: لكن ما ضره تغيره، فإنه لم يحدث زمن التغير بشيء"** میں کہتا ہوں کہ عبد الوهابؒ کا مختلط ہونا نقصان دے نہیں ہے، اس لئے کہ انہوں نے حالت اختلاط میں کوئی روایت بیان نہیں کی۔ **(سیر: ج۹: ص۲۳۹)**

(۷) مجاهر بن مخلد، ابو مخلد سنن ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(التذييل على كتب الجرح والتعديل: ص۳۱۶)**

(۸) رفیع بن مہران، ابو العالیہؒ (م۹۳ھ) مشہور کبار تابعی، امام، مفسر اور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(سیر: ج۴: ص۲۰۷، تقریب: رقم ۱۹۵۳)**

معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام روات ثقہ اور سند صحیح مرسل ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

ارشاد الحق اثری صاحب کہتے ہیں کہ ابو العالیہؒ الریاحی کی مراسیل کے متعلق امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ریاحی کی حدیث ہوائی باتیں ہیں۔ نیز موصوف آگے امام بیہقیؒ سے بھی یہی نقل کرتے ہیں کہ ابو العالیہؒ ثقہ اور ضعیف ہر قسم کے راویوں سے روایت کرتے ہیں۔ **(توضیح الکلام: ص: ۵۳۴، ۵۳۳)**

الجواب:

امام ابن سیرینؒ نے بھی کہا کہ ابو العالیہ الریاحیؒ روایت لینے میں پرواہ نہیں کرتے تھے کہ وہ اپنی حدیث کس سے لے رہے ہے۔ **(اتحاف النبیل: ج۲: ص۱۳۶)** لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام باتیں غیر صحیح ہے۔ وجوہات ملاحظہ فرمائے

اولاً امام شافعیؒ (م۲۰۴ھ) کا قول " **حديث أبي العالية الرياحي رياح** " ارشاد الحق اثری صاحب نے میزان الاعتدال سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ جہاں سے موصوف نے نقل کیا، اسی کتاب میزان الاعتدال میں اگلی سطر میں حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) نے صراحت کی، کہ "**فإنما أراد به حديثه الذي أرسله في القهقهة فقط ومذهب الشافعي أن المراسيل ليست بحجة، فأما إذا أسند أبو العالية فحجة**" امام شافعیؒ نے اس سے صرف نماز میں قہقہہ کے مسئلہ میں وارد شدہ ابو العالیہؒ کی مرسل مراد لی ہے، اور امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مراسیل حجت نہیں ہے، جب ابو العالیہ کسی روایت کو مسند (یعنی متصل) بیان کریں تو وہ روایت ان کے نزدیک حجت ہے۔ **(میزان الاعتدال: ج۲: ص۵۴)**

اس صراحت سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ (م۲۰۴؁ھ) کا قول " **حديث أبي العالية الرياحي رياح** " صرف نماز میں قہقہہ کے مسئلہ میں موجود ابو العالیہؒ کی مرسل روایت کے بارے میں ہی تھا۔ لیکن اثری صاحب نے حافظ ذہبیؒ کی تشریح کو چھپا کر اس قول کو علی الاطلاق بتانے کی کوشش کی۔ (اللہ ان کی غلطی کو معاف فرمائے)

اسی طرح " **ومذهب الشافعي أن المراسيل ليست بحجة, فأما إذا أسند أبو العالية فحجة** " کی عبارت سے امام ذہبیؒ نے امام شافعیؒ کا مسلک اور مذہب بیان کی کہ امام شافعیؒ کا مذہب یہ ہے کہ مراسیل حجت نہیں ہے، جب ابو العالیہ کسی روایت کو مسند (یعنی متصل) بیان کریں تو وہ روایت امام شافعیؒ کے نزدیک حجت ہے۔ **(میزان الاعتدال: ج۲: ص۵۴)**

لیکن غیر مقلدین کے محدث یحیی گوندلوی صاحب نے صرف عبارت " **فأما إذا أسند أبو العالية فحجة** " نقل کر کے اس عبارت کو امام ذہبیؒ کا اپنے قول بتانے، بلکہ علی الاطلاق قول ثابت کرنے کی کوشش کی اور مرسل بیان کرنے کی صورت میں علی الاطلاق ابو العالیہؒ کا عدم حجت ہونا بیان کیا ہے۔ **(خیر الکلام: ص۲۵۲)**

حالانکہ قارئین ! آپ نے دیکھا کہ حافظ ذہبیؒ نے یہاں پر اپنا یا علی الاطلاق قول نہیں بلکہ امام شافعیؒ کا مسلک و مذہب بیان کیا ہے۔ (اللہ ان کی غلطی کو معاف فرمائے)

نیز حافظ ذہبیؒ کی طرح، حافظ ابن حجرؒ (م۸۵۲؁ھ) امام شافعیؒ (م۲۰۴؁ھ) کا قول " **حديث أبي العالية الرياحي رياح** " کے بارے میں کہتے ہیں کہ " **يعني في القهقهة** " امام شافعیؒ کا قول نماز میں قہقہہ لگانے کے مسئلہ میں وارد شدہ ابو العالیہ کی حدیث کے بارے میں ہے۔ **(تحفة اللبيب بمن تكلم فيهم الحافظ ابن حجر من الرواة في غير التقريب: ج۱: ص۳۸۵)**، حافظ ابن رجبؒ فرماتے ہیں کہ " **يشير إلى هذا المرسل** " امام شافعیؒ نے اپنے قول سے اس قہقہہ والی ابو العالیہؒ کی مرسل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ **(شرح علل ترمذی: ج۱: ص۵۵۱)**، امام ابو حاتمؒ (م۲۷۷؁ھ) فرماتے ہیں کہ " **يَعْنِي: مَا يُرْوَى فِي الضَّحِكِ فِي الصَّلَاةِ** " یعنی امام شافعیؒ کے نزدیک ابو العالیہ کی وہ حدیث ہوائی بات ہے جو نماز میں قہقہہ لگانے کے مسئلہ میں ان ہونے روایت کی ہے۔ **(سیر: ج۴: ص۲۱۲)**، امام ابن عدیؒ (م۳۶۵؁ھ) کہتے ہیں کہ " **عني الشَّافِعِي بذلك حَدِيثه فِي الضحك فِي الصَّلَاة** " امام شافعیؒ نے اپنے قول سے ابو العالیہؒ کی نماز میں قہقہہ لگانے کے مسئلہ میں موجود حدیث مراد لی ہے اور آگے ابن عدیؒ کہتے ہیں کہ ان کی باقی ساری حدیثیں مستقیم اور صالح ہیں۔ **(فتح الباری لابن حجر: ج۱: ص۴۰۲، الکامل: ج۴: ص۱۰۵، الضعفاء لابن الجوزی: ج۱: ص۲۸۵)**، امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م۴۰۵؁ھ) کہتے ہیں کہ " **إنما أراد الشافعي بقوله: حديث أبي العالية الرياحي رياح: حديثه في القهقهة وحده** " امام شافعیؒ نے اپنے قول سے تنہا ابو العالیہؒ کی نماز میں قہقہہ لگانے کے مسئلہ میں موجود حدیث مراد لی ہے۔ **(مناقب الشافعی للبیہقی: ج۱: ص۵۴۳)**

لہٰذا ان تمام ائمہ کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کا قول "**حديث أبي العالية الرياحي رياح**" صرف اور صرف نماز میں قہقہہ کے مسئلہ میں موجود ابو العالیہؒ کی مرسل روایت کے بارے میں ہی تھا اور ان کی باقی احادیث (جس میں یہ تفسیری روایت بھی میں شامل ہے) مستقیم (صحیح) اور صالح ہیں۔ واللہ اعلم

نوٹ:

نماز میں قہقہہ لگانے کے سلسلے میں ابو العالیہ الریاحیؒ کی روایت مرسل نہیں، مسند ہے۔ چنانچہ امام ابو الحسن دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے ثقہ، ثبت راوی حافظ خالد بن عبد اللہ الوسطیؒ (م ۱۸۲ھ) کے طریق سے ایک روایت نقل کی، جس میں ابو العالیہؒ نے "**انصـــــار**" کے ایک آدمی سے روایت کی ہے۔ (**سنن الدارقطنی: ج۱: ص۳۱۱**) اور طبرانی نے ثقہ، حافظ اور امام مہدی بن میمونؒ (م ۱۷۲ھ) کی طریق سے اس انصاری کا نام ابو موسی اشعریؓ ذکر کیا ہے۔ (**الاجماع: شمارہ ۶: ص۶**)، لہٰذا یہ روایت مسند اور مقبول ہے۔ اور امام دارقطنیؒ کا اعتراض صحیح نہیں ہے۔

دوم امام ابو بکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کے قول کی بنیاد، امام محمد بن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) کے قول پر ہے۔ چنانچہ خود امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کہتے ہیں کہ "**مراسيل أبي العالية ليست بشيء كان لا يبالي عمن أخذ حديثه كذا قال محمد بن سيرين**" ابو العالیہؒ کی مراسیل کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ پرواہ نہیں کرتے تھے کہ وہ اپنی حدیث کس سے لے رہے ہیں۔ اسی طرح محمد بن سیرینؒ نے کہا۔ (**سنن کبری للبیہقی: ج۱: ص۲۲۶، حدیث نمبر ۶۷۹**)

لیکن تحقیق کے میزان میں ابن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) کا یہ قول انصاف پر مبنی نہیں ہے، جس کی تفصیل آرہی ہے۔ لہٰذا امام ابو بکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کا قول صحیح نہیں ہے۔

سوم ابن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) کا یہ کہنا کہ ابو العالیہ الریاحیؒ روایت لینے میں پرواہ نہیں کرتے تھے کہ وہ اپنی حدیث کس سے لے رہے ہے۔ (**اتحاف النبیل: ج۲: ص۱۳۶**)، غیر صحیح ہے۔ کیونکہ

- خود امام ابو العالیہؒ (م ۹۳ھ) کہتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں ایک آدمی کے بارے میں سنتا کہ وہ صاحب علم ہے تو میں چند دن سفر کرکے جاتا، تاکہ اس سے روایت اور علم کا سماع کروں، لیکن میں سب سے پہلے اس کی نماز کو پرکھتا، اگر اس کی نماز اچھی ہوتی، تب میں اس سے روایت اور علم کا سوال کرتا، ورنہ بغیر کچھ سنے میں لوٹ کر واپس آجاتا، اور میں کہتا کہ "**هو لما سواها أضيع**"۔ (**تاریخ الاسلام: ج۲: ص۱۲۰۳، الکامل: ج۴: ص۹۴**، واسنادہ حسن)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ امام ابو العالیہؒ (م ۹۳ھ) علم اور روایت لینے میں چھان بین اور غور فکر کرتے تھے۔

(۵) ایک اور مشہور کبار تابعی امام، مفسر اور عالم بالقران، محمد بن کعب القرظیؒ (م ۱۰۸ھ) فرماتے ہیں کہ

عن محمد بن كعب, قال: "كانوا يتلقون من رسول الله صلى الله عليه وسلم, إذا قرأ شيئا قرأوا معه حتى نزلت هذه الآية التي في الأعراف {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا}

- دوسری روایت جس کو حافظ ذہبیؒ نے ذکر کیا ہے اس میں ابو العالیہؒ لوگوں سے کہتے ہیں کہ " **أنتم أكثر صلاة وصياما ممن كان قبلكم, ولكن الكذب قد جرى على ألسنتكم** " تم لوگ پہلے لوگوں سے زیادہ نماز اور روزے زیادہ رکھتے ہو، لیکن تمہاری زبانوں پر جھوٹ جاری رہتا ہے۔ **(تاریخ الاسلام : ج۲: ص ۱۲۰۴، علل احمد بروایت عبد اللہ : رقم ۳۶۱)**

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ ابو العالیہؒ لوگوں کے باتوں کی تحقیق کرنے والے تھے۔تب ہی تو وہ کہہ رہے کہ لوگوں کی زبانوں پر جھوٹ جاری ہے۔

- ابو العالیہؒ کی چھانبین کی ایک مثال، ابن سعدؒ کی وہ روایت ہے جس میں ابو العالیہؒ کہتے ہیں کہ " **كنا نسمع الرواية بالبصرة عن أصحاب رسول الله - صلى الله عليه وسلم - فلم نرض حتى ركبنا إلى المدينة فسمعناها من أفواههم** "ہم بصرہ میں اصحاب رسول ﷺ کے حوالہ سے روایت سنتے تھے، لیکن ہم مطمئن نہیں ہوتے، یہاں تک کہ ہم مدینہ پہنچ کر ان ہی روایت کو اصحاب رسول ﷺ کی زبانوں سے سن نہ لیتے۔ **(طبقات ابن سعد: ج۷: ص ۸۰، طبع دار الکتب علمیہ)**

نیز اگر امام ابو العالیہؒ ثقہ اور ضعیف ہر قسم کے راویوں سے روایت کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد الحق اثری اور دیگر علماء کا بیان ہے۔تو پھر ان کے شیوخ میں ضعیف اور کمزور راوی ہونے چاہئے، مگر جتنے رواۃ سے ابو العالیہؒ نے روایت لی ہے وہ تمام کے تمام ہماری علم کے مطابق ثقہ یا صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ **(تہذیب الکمال: ج۹: ص ۲۱۵)**

اس لحاظ سے بھی ابو العالیہؒ کا غیر ثقہ سے روایت کرنا محال ہے۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ ابن سیرینؒ کا یہ کہنا "کہ ابو العالیہ الریاحیؒ روایت لینے میں پرواہ نہیں کرتے تھے کہ وہ اپنی حدیث کس سے لے رہے ہیں" تحقیق بلکہ خود ابو العالیہؒ **(م ۹۳ھ)** کے قول کی روشنی میں غیر صحیح ہے۔ اور راجح یہی ہے کہ وہ روایت لینے میں چھان بین کرتے اور ثقہ یا صدوق سے روایت لیتے تھے۔ واللہ اعلم

صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قراءت کرتے تھے،جب رسول اللہ ﷺ قراءت کرتے، تو آپ ﷺ کے ساتھ صحابہؓ بھی قراءت کرتے تھے، یہاں تک کہ سورہ اعراف کی یہ آیت **{وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا}** نازل ہوئی۔

نیز ابو صخر الخراطؒ (م ۱۸۹ھ) کی روایت میں اضافہ ہے کہ محمد بن کعب القرظیؒ کہتے ہیں کہ **"فَقَرَأَ وَأَنْصِتُوا"** آیت کے نزول کے بعد صرف رسول اللہ ﷺ نے قراءت کی اور صحابہؓ خاموش ہو گئے۔ **(کتاب القراءۃ خلف الإمام للبیہقی: ص ۱۱۰، تفسیر ابن ابی حاتم: ج ۵: ص ۱۶۴۵)**[5]

---

[5] امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ

أخبرنا أبو نصر عمر بن عبد العزيز بن عمر بن قتادة أنا أبو منصور العباس بن الفضل النضروي ,نا أحمد بن نجدة ,نا سعيد بن منصور ,نا أبو معشر ,عن محمد بن كعب ,قال: "كانوا يتلقون من رسول الله صلى الله عليه وسلم ,إذا قرأ شيئا قرأوا معه حتى نزلت هذه الآية التي في الأعراف {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا}۔ (کتاب القراءۃ خلف الإمام للبیہقی: ص ۱۱۰)

سند کے روات کی تحقیق:

(۱) امام ابو بکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) عمر بن عبد العزیز بن قتادہ، ابو نصر الانصاری، النعمانیؒ ثقہ ہیں۔ **(السَّلسَبِيلُ النَّقِي في تَرَاجِمِ شيوخ البَيهَقِي: ص ۵۱۳)**

(۳) عباس بن فضل، ابو منصور الھرویؒ (م ۳۷۲ھ) بھی ثقہ راوی ہے۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۸: ص ۳۷۴)**

(۴) محدث احمد بن نجدۃ، ابو الفضل الھرویؒ (م ۲۹۶ھ) ثقات میں سے ہیں۔ **(سیر اعلام النبلاء: ج ۱۳: ص ۵۷۱)**

(۵) امام سعید بن منصورؒ (م ۲۲۷ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، حافظ الحدیث اور صاحب تصنیف ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۳۹۹، الکاشف)**

(۶)　نجیح بن عبد الرحمٰن، ابو معشر المدنیؒ(**م۱۷۰ھ**) ضعیف ہے۔ لیکن محمد بن کعب القرظیؒ سے روایت کرنے میں صالح اور درست ہیں۔ نیز امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ابو معشرؒ کی محمد بن کعب القرظی سے مروی تفسیری روایات مقبول ہیں۔ (**تہذیب الکمال: ج۲۹: ص ۳۲۵**)

لہذا اس روایت میں ابو معشر المدنیؒ(**م۱۷۰ھ**) مقبول اور حسن الحدیث ہیں۔

نوٹ:

ابو معشر المدنیؒ(**م۱۷۰ھ**) آخری عمر میں مختلط ہوگئے تھے، لیکن ان کے متابع میں [صدوق، حسن الحدیث] ابو صخر الخراطؒ(**م۱۸۹ھ**) صحیح مسلم اور سنن اربع کے راوی موجود ہے۔ (**تفسیر ابن ابی حاتم: ج۵: ص۱۶۴۵، تفسیر من جامع ابن وهب: ج۲: ص ۵۹**) لہذا اس روایت میں ابو معشر المدنیؒ(**م۱۷۰ھ**) پر مختلط ہونے کا الزام باطل اور مردود ہے۔

(۷)　محمد بن کعب القرظیؒ (**م۱۰۸ھ**) مشہور کبار تابعی، ثقہ ، امام، مفسر اور عالم بالقران ہیں۔ (**تقریب : رقم ۶۲۵۷، الکاشف، سیر، تہذیب الاسماء و اللغات للنووی، نخب الافکار للعینی: ج۱۰: ص۴۶۱**)

معلوم ہوا کہ یہ سند حسن مرسل ہے۔

ایک وضاحت:

تہذیب الکمال میں موجود امام محمد بن کعب القرظیؒ (**م۱۰۸ھ**) کے شیوخ کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام محمد بن کعب القرظیؒ ثقہ یا صدوق سے روایت لیتے ہیں۔ کیونکہ تہذیب الکمال میں موجود ان کے شیوخ میں سے کوئی بھی شیخ ضعیف نہیں ہے۔ (**تہذیب الکمال: ج۲۶: ص۳۴۱، طبقات ابن سعد: ج۴: ص۷۰، طبع دار الکتب العلمة**)

مرسل معتضد کی بحث:

اور ہم نے ثابت کیا کہ کبار تابعی ابو العالیہؒ (**م۹۳ھ**) عادتاً ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ اور ان کی تائید میں محمد بن کعب القرظیؒ(**م۱۰۸ھ**) کی مرسل روایت بھی موجود ہے۔ اور محمد بن کعبؒ بھی عادتاً ثقہ سے روایت کرتے ہیں، جیسا کہ گزر چکا۔ اور پھر زہریؒ(**م۱۲۵ھ**) کی بھی مرسل روایت موجود ہے۔ ان حضرات کی تائید میں صحابہؓ کے فتوے اور جمہور اہل علم کا بھی یہی قول ہے۔ (جس کی تفصیل انشاء اللہ آنے والے شماروں میں آئے گی)، لہذا امام شافعیؒ اور ائمہ عظامؒ کے اصول کی روشنی میں ابو العالیہؒ، محمد بن کعب القرظیؒ اور زہریؒ کی مرسل روایات اس مسئلہ میں مقبول ہیں۔ (دیکھئے **مجلہ الاجماع : ش۱۲: ص۱**)

نیز امام مجاہدؒ کی روایت جو کہ درایتاً متصل اور ابن عباسؓ سے مروی ثابت شدہ روایت بھی موجود ہے جن سے ابوالعالیہؒ، محمد بن کعب القرظیؒ اور زہریؒ کی اس مسئلہ میں موجود مرسل روایات کا صحیح ، ثبت اور حجت ہونا واضح ہے۔ نیز امام شافعیؒ اور ائمہ عظامؒ کے اصول کے مطابق بھی ابو العالیہؒ، محمد بن کعب القرظیؒ اور زہریؒ کی اس مسئلہ میں موجود مرسل روایات صحیح اور حجت ہیں۔

اہل حدیث حضرات کے نزدیک مرسل معتضد حجت ہے۔**(الاجماع : ش۱: ص ۶۵)**، مگر ارشاد الحق اثری صاحب اور دیگر علماء اس پر چند اعتراضات کئے ہیں، جو مع جواب ملاحظہ فرمائے۔

اعتراض نمبر ۱ :

یحیی گوندلوی صاحب کہتے ہیں کہ مرسل معتضد اس وقت حجت ہوتی ہے، جب تابعی کی عادت ہو کہ جب چھوڑے تو ثقہ چھوڑے۔ مگر ابو العالیہ کے متعلق ثابت نہیں ، اس کے بعد موصوف نے حافظ ذہبیؒ کی عبارت نقل کی۔**(خیر الکلام : ص۲۵۹)**

الجواب نمبر ۱ :

ابو العالیہؒ کے متعلق یہ ثابت نہیں کہ وہ غیر ثقہ سے ارسال کرتے تھے، راجح یہی ہے کہ وہ روایت لینے میں چھا بین کرتے اور ثقہ یا صدوق سے روایت لیتے تھے۔ واللہ اعلم **(دیکھئے ص:۱۳)**

الجواب نمبر ۲ :

اگر بالفرض ابو العالیہؒ غیر ثقہ سے ارسال کرتے تھے، تب بھی ابن عباسؓ کی **متصل** روایت کی وجہ سے ابو العالیہؒ کی مرسل روایت امام شافعیؒ اور ائمہ عظامؒ کے اصول کی روشنی میں مقبول اور حجت ہے۔ دیکھئے **مجلہ الاجماع : ش ۱۲: ص ۱-۱۱** وغیرہ۔

اعتراض نمبر ۲ :

ارشاد الحق اثری صاحب کہتے ہیں کہ بلاشبہ مرسل معتضد حجت ہیں، مگر اسی وقت جب کہ وہ صحیح روایات کے خلاف نہ ہو۔

الجواب:

(۶) امام المفسرین، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ) فرماتے ہیں کہ

اولاً ہمارے علم کے مطابق اثری صاحب نے یہ شرط امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) سے لی ہے کیونکہ انہوں نے یہ شرط اپنی کتاب میں ذکر کی ہے۔(**کتاب القراءت للبیہقی : ص ۲۰۱**)، اور یہاں مرسل صحیح حدیث کے خلاف نہ ہو، سے امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کی مراد یہ ہے کہ ثقہ مرسِل اپنی روایت میں اوثق راوی کی روایت کے الفاظ کی مخالفت نہ کرتا ہو۔کیونکہ امام بیہقیؒ جگہ جگہ امام شافعیؒ کے آثار سے استدلال کیا ہے اور امام شافعیؒ کے آثار میں اس کی صراحت موجود ہے کہ " **يكون إذا شرك أحدا من الحفاظ في حديث لم يخالفه ,فإن خالفه وجد حديثه أنقص كانت في هذه دلائل على صحة مخرج حديثه ومتى خالف ما وصفت أضر بحديثه حتى لا يسع أحدا منهم قبول مرسله** "۔(**معرفۃ السنن والآثار: ج ۱: ص ۱۶۲**) نیز امام بیہقیؒ نے کتاب القراءۃ میں شرائط کتاب المدخل کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔(**کتاب القراءت للبیہقی : ص ۲۰۱**)، اور کتاب المدخل میں بھی وہی بات ہے جو ہم نے کتاب المعرفۃ کے حوالے سے ذکر کی ہے۔ (**کتاب المدخل للبیہقی : ج ۱: ص ۳۷۴، ت محمد عوامہ**)،لہذا یہاں پر شرط صحیح حدیث سے مراد شاذ والی بات ہے،جس کا ابو العالیہؒ والی روایت سے کچھ بھی لینا دینا نہیں ہے۔کیونکہ ابو العالیہؒ نے اپنی روایت کے الفاظ کو بیان کرنے میں کسی بھی اوثق راوی کی مخالفت نہیں کی۔

دوم اگر ارشاد الحق اثری صاحب کو اصرار ہے کہ یہاں پر صحیح حدیث سے مراد اس مسئلے میں موجود دوسری صحیح متصل روایات ہے تو عرض ہے کہ اثری صاحب کے اس مفہوم کی تردید ،امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) کے کلام سے ہوتی ہے،چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ " **فإن صح مخرج المرسل بمجيئه من وجه آخر مسنداً أو مرسلاً أرسله من أخذ عن غير رجال الأول كان صحيحاً, ويتبين بذلك صحة المرسل وأنهما صحيحان لو عارضهما صحيح من طريق رجحناهما عليه إذا تعذر الجمع** " لہذا اگر حدیث مرسل کا مخرج صحیح ثابت ہو جائے،دوسری طریق سے وہ حدیث اس طور پر مسند یا مرسل آجائے کہ اسے ایسے شخص نے ارسال کیا ہو جس نے پہلی مرسل حدیث کے رجال سے حدیث نہ لی ہو،تو یہ صحیح ہو جائے گی اور اسی کے ساتھ مرسل کی صحت واضح ہو جائے گی اور یہ دونوں مرسل صحیح ہوں گی اور ان دونوں کے مقابلے میں کوئی حدیث صحیح ایک سند سے آجائے اور ان جمع و تطبیق متعذر ہو،تو ہم ان دونوں مرسل حدیثوں کو اس صحیح حدیث پر ترجیح دیں گے۔(**التقریب للنووی: ص ۳۵**)،

لہذا راجح بات وہی ہے جو ہم نے (اولاً کے تحت) ذکر کی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ محدثین کے اصول کی روشنی میں بھی یہ مرسل روایات مقبول ، صحیح اور حجت ہیں۔ان کا انکار محض اصول محدثین سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔

عن عبد الله بن عباس, "أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في الصلاة فقرأ أصحابه وراءه فخلطوا عليه فنزل {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا} فهذه في المكتوبة، ثم قال ابن عباس: وإن كنا لا نستمع لمن يقرأ إنا إذا لأجفى من الحمير

رسول اللہ ﷺ نے نماز میں قراءت کی،تو آپ ﷺ کے پیچھے ، اصحابؓ نے بھی قراءت کی، تو آپ ﷺ پر قراءت مختلط ہوگئی تو یہ آیات نازل ہوئی، تو یہ فرض نماز کے بارے میں ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔(**القراءۃ خلف الامام للبیہقی : ص ۱۰۹، تفسیر ابن جریر الطبری : ج۱۳: ص ۳۵۰،الاعتبار للحازمی : ص۹۸**)[6]

---

[6] امام بیہقیؒ (م۴۵۸؁ھ) فرماتے ہیں:

أخبرنا أبو الحسن علي بن أحمد بن عبدان أنا أحمد بن عبيد الصفار, نا عبيد بن شريك, نا ابن أبي مريم, نا ابن لهيعة, عن عبد الله بن هبيرة, عن عبد الله بن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في الصلاة فقرأ أصحابه وراءه فخلطوا عليه فنزل {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا} فهذه في المكتوبة، ثم قال ابن عباس: وإن كنا لا نستمع لمن يقرأ إنا إذا لأجفى من الحمير۔ (القراءۃ خلف الامام للبیہقی: ص۱۰۹)

سند کے راویوں کی تحقیق :

(۱) امام ابو بکر البیہقیؒ (م۴۵۸؁ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) ابو الحسن، علی بن احمد بن عبدانؒ ثقہ ہیں۔(**تاریخ الاسلام:ج۹:ص۲۵۷**)

(۳) احمد بن عبید، ابو الحسن الصفارؒ بھی ثقہ اور مضبوط راوی ہیں۔(**کتاب الثقات للقاسم:ج۱:ص۴۰۸**)

(۴) عبید بن احمد بن شریک، ابو محمد بغدادیؒ (م۲۸۵؁ھ) بھی صدوق، محدث اور رحال ہیں۔(**تاریخ الاسلام:ج۶:ص۷۷۷،کتاب الثقات للقاسم:ج۷:ص۵۰**)

(۵) سعید بن ابی مریم، ابو محمد المصریؒ (م۲۲۴؁ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ اور مضبوط فقیہ ہیں۔(**تقریب: رقم ۲۲۸۶**)

(۶) عبد اللہ بن **لھیعة** المصریؒ (م۱۷۴ھ) صحیح مسلم، سنن ابو داود اور سنن ابن ماجہ کے راوی اور صدوق ہیں اور وہ کتابوں کے جلنے کے بعد مختلط ہو گئے تھے۔ جن لوگوں نے ان سے ان کے کتاب جلنے سے پہلے روایت کی مثلاً ابن مبارک، ابن وھب وغیرہ، ان کا سماع مضبوط اور سند صحیح ہے۔ (**تقریب: رقم ۳۵۶۳، سیر: ج۸: ص ۱۱، الکواکب النیرات: ص ۴۸۱، اکمال تہذیب الکمال: ج۸: ص ۱۴۴**)

اور اس روایت کو ان سے ابو محمد، سعید بن ابی مریم مصریؒ (م۲۲۴ھ) نے روایت کیا ہے۔ اور ان کا سماع ابن لھیعہؒ سے ان کے کتب کے جلنے سے پہلے کا ہے۔ (**اکمال تہذیب الکمال: ج۸: ص ۱۴۵**)

لہٰذا اس روایت میں ابن لھیعہؒ (م۱۷۴ھ) صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔

نوٹ نمبر ۱ :

ابو محمد، سعید بن ابی مریم المصریؒ (م۲۲۴ھ) کے علاوہ، ابن لھیعہؒ (م۱۷۴ھ)، سے یہ روایت عبد اللہ بن مبارکؒ (م۱۸۱ھ) اور بشر بن عمر الازدیؒ (م۲۰۹ھ) وغیرہ نے بھی روایت کی ہے۔ (**تفسیر ابن جریر الطبری: ج۱۳: ص ۳۵۰، الاعتبار للحازمی: ص ۹۸**)

تفسیر ابن جریر کی سند یوں ہے کہ:

حدثني المثنى قال: حدثنا سويد قال: أخبرنا ابن المبارك، عن ابن لهيعة، عن ابن هبيرة، عن ابن عباس أنه كان يقول في هذه: (واذكر ربك في نفسك تضرعًا وخيفة)، هذا في المكتوبة. وأما ما كان من قصص أو قراءة بعد ذلك، فإنما هي نافلة. إن نبي الله صلى الله عليه وسلم قرأ في صلاة مكتوبة، وقرأ وراءه أصحابه، فخلّطوا عليه قال: فنزل القرآن: (وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون)، فهذا في المكتوبة۔ (**تفسیر ابن جریر الطبری: ج۱۳: ص ۳۵۰**)

سند کی مختصر تحقیق:

مصنف کتاب امام ابن جریر الطبریؒ (م۳۱۰ھ) مشہور مفسر، محدث، فقیہ اور ثقہ حافظ الحدیث ہیں۔ (**تاریخ الاسلام للذہبی، کتاب الثقات للقاسم**)، المثنی سے مراد المثنی بن ابراھیم الطبری الآملی ہے۔ اور حافظ ابن کثیرؒ (م۷۷۴ھ) نے ان کو ضمناً ثقہ قرار دیا ہے۔ (**معجم الشیوخ للطبری: ص ۴۳۵، ۴۲۰، معجم الصغیر لرواۃ الامام ابن جریر الطبری: ج۲: ص ۴۸۳**)، لہٰذا آپؒ صدوق ہیں۔ تیسرے راوی سوید بن نصرؒ بھی ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۶۹۹**)، خلاصہ یہ کہ یہ روایت ابن مبارک عن ابن **لھیعة** سے بھی مروی ہے۔

نوٹ نمبر ۲ :

اس روایت میں ابن **لهيعة** ؒ پر تدلیس کا الزام بھی مردود ہے۔ کیونکہ ابن عباس ؓ کے ۳، ۳ شاگرد (مجاہدؒ، ابو العالیہؒ اور محمد بن کعب القرظیؒ) نے یہی روایت ابن **لهيعة** ؒ سے بہت پہلے مرسلاً بیان کی ہے۔ لہذا ابن **لهيعة** ؒ کی متصل روایت کی اصل معلوم ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے ان پر تدلیس کا الزام باطل و مردود ہے۔

اور شیخ الالبانیؒ کے نزدیک ابن **لهيعة** ؒ سے جب عبادلہ (ابن مبارک، ابن وہب، مقری وغیرہ) روایت کریں، تو ابن **لهيعة** ؒ کی روایت مقبول ہوتی ہے، اگر چہ اس روایت میں ان کا 'عنعنہ' موجود ہو۔ کیونکہ شیخ الالبانیؒ کہتے ہیں کہ حافظ ابن حجرؒ بھی ایسا اہی کرتے تھے۔ **(اتحاف النبیل: ج۱: ص۱۵۸)**، نیز حافظ عبد الغنی بن سعید المصریؒ **(م۴۰۹ھ)** بھی کہتے ہیں کہ " **إذا روى العبادلة ابن وهب و ابن المبارك و المقرئ عن ابن لهيعة فهو سند صحيح** " جب عبادلہ ابن **لهيعة** ؒ سے روایت کرے تو وہ روایت سنداً صحیح ہوتی ہے۔ **(اکمال تہذیب الکمال: ج۸: ص۱۴۴)**

خلاصہ یہ کہ اس روایت میں ابن **لهيعة** ؒ پر تدلیس کا الزام بھی مردود ہے۔

غیر مقلدین کے لئے ایک لمحہ فکریہ:

مکحولؒ کے سلسلے میں غیر مقلدین کہتے ہیں کہ ابن حبانؒ اور ذہبیؒ ارسال خفی کو تدلیس کہتے ہیں جیسا کہ زبیر علی زئی اور ارشاد الحق اثری صاحب کا کہنا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کے نزدیک مکحول مدلس نہیں ہے۔ **(مسئلہ فاتحہ خلف الامام: ص۶۳، توضیح الاکلام: ۳۱۴، ۳۱۲)** یحیی گوندلوی صاحب کا بھی یہی نظریہ ہے۔ **(خیر الکلام: ص۱۶۷)**

تو عرض ہے کہ عبد اللہ بن **لهيعة** المصریؒ **(م۱۷۴ھ)** پر بھی متقدمین میں سے کسی نے تدلیس کا الزام نہیں لگایا، سوائے ابن حبانؒ کے، جیسا کہ شیخ محمد بن عمرو نے کا کہنا ہے یہی وجہ ہے کہ شیخ موصوف نے عبد اللہ بن **لهيعة** المصریؒ **(م۱۷۴ھ)** کو تدلیس سے بری قرار دیا ہے اور ان کے شاگرد ابو محمد عصام بن مرعی اور شیخ محمد بن طالعت نے ان کی تائید فرمائی ہے۔ **(النکت الوفیعۃ: ص۲۷، معجم المدلسین لابن طالعت: ص۲۷۸)**

امید ہے کہ غیر مقلدین بھی اپنے اصول کے مطابق عبد اللہ بن **لهيعة** المصریؒ **(م۱۷۴ھ)** کو تدلیس سے بری قرار دینگے۔

(۷) عبد اللہ بن ھبیرۃ المصریؒ **(م۱۲۶ھ)** صحیح مسلم اور سنن اربع کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۶۷۸)**

(۸) عبد اللہ بن عباس ؓ **(م۶۸ھ)** مشہور صحابی رسول ﷺ اور قرآن کے عظیم مفسر ہیں۔ **(تقریب، سیر)**

لہذا یہ سند حسن ہے۔

(۷) ابو عبد الرحمٰن، عبد اللہ بن مسعودؓ (م ۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ

عن عبد اللہ قال: لعلكم تقرون؟ قلنا: نعم قال: ألا تفقهون؟ ما لكم لا تعقلون؟ وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون

کیا تم لوگ امام کے پیچھے قراءت کرتے ہو ؟ تو راوی نے کہا: ہاں، تو ابن مسعودؓ نے کہا: کیا تم لوگ سمجھتے اور عقل نہیں رکھتے، جب قرآن کی تلاوت ہو، تو اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (**تفسیر ابن ابی حاتم: ج ۵: ص ۱۶۴۶**)[7]

نوٹ:

بعض علماء نے اس روایت کو منقطع قرار دیا ہے اور کہا کہ عبد اللہ بن ھبیرۃ المصریؒ (م ۱۲۶ھ) نے ابن عباسؓ (م ۶۸ھ) کو نہیں پایا ہے۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ عبد اللہ بن ھبیرۃ المصریؒ (م ۱۲۶ھ) کی ولادت (م ۴۰ھ) میں ہوئی اور ابن عباسؓ کی وفات (م ۶۸ھ) میں یعنی ان کی وفات کے وقت عبد اللہ بن ھبیرۃ المصریؒ (م ۱۲۶ھ) کی عمر "۲۸" سال تھی، لہذا جب امکان لقاء کا قوی احتمال ہے، تو یہ بات، اس کے روایت کے متصل ہونے کے لئے کافی ہے۔ **کما قال مسلم وغیرہ**

نیز حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے عبد اللہ بن ھبیرۃ المصریؒ (م ۱۲۶ھ) کو حضرت ابو ہریرہؓ (م ۵۹ھ) کا شاگرد بتایا ہے۔ (**کتاب الثقات لابن حبان: ج ۵: ص ۵۴**) اور حضرت ابو ہریرہؓ کی وفات (م ۵۹ھ) ہوئی ہے۔ (**تقریب**)،

لہذا جب ابن ھبیرۃ المصریؒ (۵۹ھ) میں وفات پانے والے صحابیؓ کے شاگرد ہے۔ تو وہ (۶۸ھ) میں وفات پانے والے ابن عباسؓ کے شاگرد کیوں کر نہیں ہو سکتے ؟؟

لہذا یہ سند متصل ہے۔

[7] امام ابن ابی حاتمؒ (م ۳۲۷ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا أبو سعيد الأشج، ثنا ابن فضيل، وأبو خالد، عن داود بن أبي هند، عن أبي نضرة، عن أسير بن جابر المحاربي، عن عبد الله، قال: "لعلكم تقرون؟ قلنا نعم، قال: ألا تفقهون؟ ما لكم لا تعقلون؟ {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون}۔ (تفسیر ابن ابی حاتم: ج ۵: ص ۱۶۴۶)

سند کے رواۃ کی تحقیق:

(۱)　امام عبد الرحمٰن ابن ابی حاتمؒ (م ۳۲۷؁ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲)　امام ابو سعید **الاشج**ؒ (م ۲۵۷؁ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۳۵۴)**

(۳)　ابن فضیل سے مراد صحیحین کے صدوق راوی محمد بن فضیل **الضبی**ؒ (م ۱۹۵؁ھ) ہے، اور ان کے متابع میں صدوق امام ابو خالد الاحمرؒ (م ۱۹۱؁ھ) ہے، جن کی توثیق گزر چکی۔

(۴)　داود بن ابی ہندؒ (م ۱۴۰؁ھ) صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ، متقن ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۸۱۷)**

(۵)　ابو نضرۃ، منذر بن مالک بصریؒ (م ۱۰۹؁ھ) بھی صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۶۸۹۰)**

(۶)　اسیر بن جابر المحاربیؒ (م ۸۵؁ھ) صحابی رسول ﷺ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۸۰۸۷)**

(۷)　عبد اللہ بن مسعودؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ **(تقریب)**

معلوم ہوا کہ اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اثری صاحب مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ کے حوالہ سے داود بن ابی ہندؒ کو کثیر الاضطراب کہتے ہیں۔ حالانکہ داود بن ابی ہندؒ (م ۱۴۰؁ھ) کو **"کثیر الاضطراب"** کہنا درست نہیں۔ کیونکہ تہذیب التہذیب میں یہ قول بلا سند ہے۔ اور ایسے بلا سند اقوال غیر مقلدین کے نزدیک باطل اور مردود ہوتے ہے۔ نیز اثری صاحب کا یہ کہنا ہے کہ یہ روایت داود کے اضطراب کی بناپر ضعیف ہے۔ کیونکہ داود کی یہی روایت کتاب القراءت للبیہقی میں موجود ہے اور اس کی سند **"داود عن ابی نضرۃ عن رجل عن عبد اللہ"** میں رجل کا اضافہ ہے۔ **(توضیح الکلام: ص ۵۲۱)** لیکن اضطراب کی وجہ سے روایت اس وقت ضعیف ہوتی ہے جب کہ اضطراب پایا جائے اور ترجیح کی صورت نہ پائی جائے۔ (**دیکھئے مسنون رکعات تراویح: ص ۵۷**، از کفایت اللہ سنابلی)، اور یہاں پر اضطراب کو دفع کرنے کے لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ممکن داود بن ابی ہندؒ کو یہ روایت دونوں طریق سے ملی ہو، کیونکہ نہ داود بن ابی ہند مدلس ہیں اور نہ ہی ابو نضرۃ، منذر بن مالک بصریؒ (م ۱۰۹؁ھ)۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ شیخ محمد بن اشرف الفائز نے اس روایت کو مضبوط قرار دیا ہے۔ **(التفسیر البسیط: ج ۹: ص ۵۶۵)**، حافظ المغرب، امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳؁ھ) بھی اسے ابن مسعودؓ کا قول کہتے ہے۔ **(الاستذکار: ج ۱: ص ۴۶۵)**، یعنی

(۸) ایک اور روایت میں فرماتے ہیں کہ

عن عبد الله بن مسعود, قال في القراءة خلف الإمام: «أنصت للقرآن كما أمرت؛ فإن في القراءة لشغلا وسيكفيك ذلك الإمام

قراءت سننے کے لئے خاموش رہو، جیساکہ حکم دیاگیا ہے، کیوں کہ قراءت میں شغل ہے۔امام کا پڑھناہی تمھیں کافی ہے۔(**القراءۃ خلف الامام: ۱۰۹، مصنف عبد الرزاق: رقم ۲۸۰۳**)[8]

(۹) ایک حدیث میں آیاہے کہ

أن ابن مسعود كان لا يقرأ خلف الإمام وكان إبراهيم يأخذ به

ابن مسعودؓ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے، راوی حدیث(غالباً امام حمادؒ) کہتے ہیں کہ امام ابراھیم النخعیؒ کا بھی یہی مسلک تھا۔(**معجم الکبیر للطبرانی: ج۹: ص ۲۶۴، حدیث نمبر ۹۳۱۳**)[9]

حافظ المغربؒ کے نزدیک بھی اس روایت میں داود بن ابی ہندؒ پر اضطراب کی جرح مردود ہے۔لہذا اثری صاحب کا اعتراض باطل ہے۔

[8] الحافظ الکبیر، امام عبد الرزاق الصنعانیؒ(م ۲۱۱؁ھ) کہتے ہیں کہ

عن منصور، عن أبي وائل قال: جاء رجل إلى عبد الله فقال: يا أبا عبد الرحمن، أقرأ خلف الإمام؟ قال: أنصت للقرآن فإن في الصلاة شغلا، وسيكفيك ذلك الإمام ۔(مصنف عبد الرزاق: رقم ۲۸۰۳)

اس روایت تمام روات ثقہ اور مشہور ہیں۔لہذا یہ سند صحیح ہے۔واللہ اعلم

[9] امام ابو القاسم الطبرانیؒ(م ۳۶۰؁ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا علي بن عبد العزيز، ثنا حجاج بن المنهال، ثنا حماد بن سلمة، عن حماد، عن إبراهيم، «أن ابن مسعود كان لا يقرأ خلف الإمام» وكان إبراهيم يأخذ به۔(معجم الکبیر للطبرانی: ج۹: ص ۲۶۴، حدیث نمبر ۹۳۱۳)

سند کے رواۃ کی تحقیق:

(۱) امام ابو القاسم طبرانیؒ (م ۳۶۰؁ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم)**

(۲) ابو الحسن علی بن عبد العزیزؒ (م ۲۸۷؁ھ) بھی ثقہ راوی ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج۷: ص ۲۲۳، تاریخ الاسلام: ج۶: ص ۷۸۲)**

(۳) حجاج بن منہالؒ (م ۲۱۷؁ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، فاضل ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۱۳۷)**

(۴) حماد بن سلمہؒ (م ۱۶۷؁ھ)

نوٹ:

اس روایت میں حماد بن سلمہؒ پر اختلاط کا الزام مردود ہے۔ کیونکہ آپؒ کے متابع میں ثقہ، حافظ الحدیث امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ **(مسند ابی حنیفہ لابن خسرو: ج۱: ص ۳۳۰، دیکھئے ص: ۲۸)**

(۵) حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰؁ھ) اور

نوٹ:

اگرچہ حمادؒ بھی آخری عمر میں مختلط ہو گئے تھے۔ لیکن ثقہ، حافظ الحدیث امام ابو حنیفہؒ نے ان سے ان کے اختلاط سے پہلے علم حاصل کیا تھا۔ **(دیکھئے ص: ۶۴)**

نیز حماد کے متابع میں منصورؒ بھی موجود ہے۔ **(دیکھئے ص: ۲۴)**

لہذا اس روایت میں آپؒ پر اختلاط کی جرح مردود ہے۔

(۶) ابراھیم نخعیؒ (م ۹۶؁ھ) وغیرہ مشہور ائمہ ثقات میں سے ہیں۔

وضاحت:

ابراھیم نخعی عن عبد اللہ کی روایات ائمہ اور علماء کے نزدیک قوی اور حجت ہیں۔ دیکھئے **الاجماع: ش۳: ص ۲۵۱، ش۱۱: ص ۱۔**

لہذا منقطع کا اعتراض بھی مردود ہے۔ بلکہ ائمہ کے اقوال سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ نیز یہ روایت متصل بھی وارد ہوئی ہے۔

(۱۰) اور ایک جگہ لکھا ہے کہ " **أن عبد الله بن مسعود كان لا يقرأ خلف الإمام فيما جهر فيه، وفيما يخافت فيه في الأوليين، ولا في الأخريين، وإذا صلى وحده قرأ في الأوليين بفاتحة الكتاب وسورة، ولم يقرأ في الأخريين شيئا** " ابن مسعودؓ امام کے پیچھے نہ جہری نماز میں قراءت کرتے تھے اور نہ سری نماز میں، نہ پہلی دو رکعتوں میں اور نہ پچھلی دو رکعتوں میں اور جب اکیلے نماز پڑھتے تھے تو پہلی دو رکعتوں میں ام القرآن اور کوئی دوسری سورت پڑھتے۔ **(موطا امام محمد: حدیث نمبر ۱۲۰)**[10]

---

[10] ثقہ، حافظ الحدیث، امام محمدؒ (م ۱۸۹؁ھ) کہتے ہیں کہ

أخبرنا محمد بن أبان بن صالح القرشي، عن حماد، عن إبراهيم النخعي، عن علقمة بن قيس، «أن عبد الله بن مسعود كان لا يقرأ خلف الإمام فيما جهر فيه، وفيما يخافت فيه في الأوليين، ولا في الأخريين، وإذا صلى وحده قرأ في الأوليين بفاتحة الكتاب وسورة، ولم يقرأ في الأخريين شيئا۔ (موطا امام محمد: حدیث نمبر ۱۲۰)

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں۔ مگر راوی محمد بن ابان بن صالح پر کلام ہے لیکن امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ محمد بن ابان جھوٹ بولنے والوں میں سے نہیں ہے۔ امام ابو حاتمؒ کہتے ہیں کہ ان کے احادیث مجازی طور پر لکھی جائے، مگر احتجاج نہ کیا جائے، ابن عدی کہتے ہیں کہ ضعف کے باوجود ان کی احادیث لکھی جائے۔ **(الجرح و التعدیل لابن ابی حاتم : ج۷: ص ۱۹۹، الکامل لابن عدی: ج۷: ص ۲۹۸)** امام عبد الحق الاشبیلیؒ (م ۵۸۱؁ھ) کہتے ہیں کہ " **هذا يرويه محمد بن أبان بن صالح وكان من رؤساء المرجئة، فتكلم فيه من أجل ذلك، ومع ذلك يكتب حديثه** " اسے محمد بن ابان بن صالح روایت کرتے ہیں، وہ مرجئہ کے سرغنوں میں سے تھے، تو اسی وجہ سے ان پر کلام کیا گیا، اس کے باوجود ان کی حدیث لکھی جائے گی۔ **(الاحکام الوسطی : ج۴: ص ۳۵۱)**، امام عبد الحق الاشبیلیؒ **(م ۵۸۱؁ھ)** کی تائید کرتے ہوئے امام ابن قطان الفاسیؒ **(م ۶۲۳؁ھ)** کہتے ہیں کہ " **هَذَا مَا ذكر، وَهُوَ كَمَا قَالَ** "۔ **(بیان وھم لابن قطان: ج۳: ص ۲۲۴)**

ان اقوال سے معلوم ہوا کہ محمد بن ابان بن صالحؒ ضعیف ہے، لیکن متابعات کی صورت میں قابل ذکر ہے۔

اعتراض نمبر ۱ :

مگر اثری صاحب کا کہنا ہے کہ ان علماء نے ان کے بارے میں "**لیس بثقة، لیس بشیی، لا یکتب حدیثه**" جیسا کہ الفاظ کہے ہیں۔ جس کی روایت متابعات میں قابل استشہاد و اعتبار نہیں۔(**توضیح الکلام: ص ۹۹۸**)۔

الجواب:

اثری صاحب یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جن ائمہ نے محمد بن ابانؒ کے بارے میں "**لیس بثقة، لیس بشیی، لا یکتب حدیثه**" جیسا کہ الفاظ کہے ہیں، وہ تمام کے تمام ائمہ یعنی ابن معینؒ، نسائی اور ابن حبانؒ متشدد ہیں۔ جب کہ امام احمد بن حنبلؒ، ابن عدیؒ جیسا ائمہ جن کو خود اثری صاحب معتدل تسلیم کرتے ہے۔(**مقالات ارشاد الحق الاثری : ج۴: ص ۱۵۹**) ان کو متابعات کی صورت میں مقبول مانا ہے۔ اور جرح و تعدیل میں تعارض کے وقت، اگر جرح متشددین کی طرف سے ہو، تو وہ رد کردی جاتی ہے، جیسا کہ غیر مقلد کفایت اللہ سنابلی صاحب کا کہنا ہے۔(**انوار البدر : ص ۱۸۷**)، نیز امام ابو حاتمؒ، ابن قطان الفاسیؒ نے بھی باوجود متشدد ہونے کے ان کو متابعات میں قابل ذکر مانا ہے۔ اور متشددین جب توثیق کرتے ہیں تو ان کی توثیق بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔(**انوار البدر: ص۱۸۷**)، لہذا اثری صاحب کا اعتراض ہی فضول ہے۔

اعتراض نمبر ۲ :

اگے اثری صاحب کہتے ہیں کہ صفدر صاحب تنہا محمد بن ابان کو نہ دیکھیں، حماد کی بھی فکر کریں، الغرض موطا کا یہ اثر قطعاً ضعیف ہے۔(**ایضاً**)

الجواب:

امام حماد بن ابی سلیمانؒ (**م۱۲۰ھ**) ثقہ، امام، مجتہد، کریم، سخی ہیں۔(**الکاشف : رقم ۱۲۲۱**)، ان کا اخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا۔ لیکن حماد سے روایت کرنے میں محمد بن ابانؒ منفرد نہیں، ثقہ، حافظ الحدیث امام ابو حنیفہؒ (**م۱۵۰ھ**) ان کے متابع میں موجود ہے، جنہوں نے حمادؒ کے پاس ایک عرصہ گزار دیا۔ دیکھئے (**ص : ۶۴**)، لہذا حمادؒ پر اختلاط کی جرح مردود ہے۔ نیز حماد کے متابع میں منصورؒ بھی موجود ہے۔(**دیکھئے ص :۲۴**) اور محمد بن ابانؒ کے ضعف کا قائل کون نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کیا وہ متابع کی صورت میں قابل ذکر ہے یا نہیں۔ حالانکہ ائمہ نے صراحت کی ہے کہ متابعات کی صورت میں ان کی روایت کو ذکر کیا جاسکتا ہے۔ اور یہاں اس روایت میں ان کے متابع میں ثقہ، حافظ الحدیث امام ابو حنیفہؒ (**م۱۵۰ھ**) وغیرہ کئی روات موجود ہیں۔ لہذا اس روایت میں محمد بن ابانؒ مقبول ہیں۔

(۱۱) مسند ابی حنیفہ لابن خسرو میں امام ابراھیم نخعیؒ **(م۹۶ھ)** کا ایک اور تفصیلی قول موجود ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ

''عن إبراهيم أن عبد الله بن مسعود لم يقرأ خلف الإمام لا في الركعتين الأوليين ولا في غيرهما، وقال: ما قرأ علقمة بن قيس خلف الإمام حرفاً قط فيما يجهر فيه بالقراءة ولا فيما لا يجهر فيه ولا قرأ في الركعتين الأخريين بأم الكتاب ولا غيرها خلف الإمام ولا أصحاب عبد الله جميعاً ''

ابن مسعودؓ امام کے پیچھے قراءت نہیں کرتے تھے نہ پہلی دو رکعتوں میں اور نہ ہی اس کے علاوہ میں، اور ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ علقمہ بن قیس نے کبھی بھی سری اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے ام القرآن یا کسی دوسری صورت کے ایک حرف کی بھی قراءت نہیں کی، اسی طرح نماز کے (پہلی) اورآخری رکعتوں میں بھی امام کے پیچھے کوئی قراءت نہیں کی۔اور اسی طرح عبد اللہ بن مسعودؓ کے تمام اصحاب سری اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے ام القرآن یا کسی دوسری صورت کے ایک حرف کی بھی قراءت نہیں کرتے تھے۔**(مسند ابی حنیفہ لابن خسرو: ج۱: ص۳۳۰)**[11]

---

[11] ثقہ، حافظ الحدیث، امام ابو عبد اللہ ابن خسروؒ **(م۵۲۲ھ)** کہتے ہیں کہ

أخبرنا الشيخ أبو الحسين المبارك بن عبد الجبار قراءة قال: أخبرنا أبو منصور محمد بن محمد بن عثمان السواق قال: حدثنا أبو بكر أحمد بن جعفر بن حمدان قال: حدثنا بشر بن موسى قال: حدثنا أبو عبد الرحمن عبد الله بن يزيد المقرئ قال: حدثنا أبو حنيفة، عن حماد، عن إبراهيم أن عبد الله بن مسعود لم يقرأ خلف الإمام لا في الركعتين الأوليين ولا في غيرهما، وقال: ما قرأ علقمة بن قيس خلف الإمام حرفاً قط فيما يجهر فيه بالقراءة ولا فيما لا يجهر فيه ولا قرأ في الركعتين الأخريين بأم الكتاب ولا غيرها خلف الإمام ولا أصحاب عبد الله جميعاً۔ (مسند ابی حنیفہ لابن خسرو: ج۱: ص۳۳۰)

سند کے روات کی تحقیق:

(۱) امام ابو عبد اللہ ابن خسروؒ **(م۵۲۲ھ)** مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔**(الاجماع: ش۵: ص۱۰۵)**

(۲) محدث ابو حسین مبارک بن عبد الجبارؒ **(م۵۰۰ھ)** بھی ثقہ اور مضبوط راوی ہیں۔**(تاریخ الاسلام: ج۱۰: ص۸۳۰)**

(۱۲) عبد اللہ بن مسعودؓ ایک اور روایت میں فرماتے ہیں کہ "**وودت أن الذي يقرأ خلف الإمام ملئ فوه نتنا**" میں چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کا منہ بدبو سے بھر جائے۔ **(القراءۃ خلف الامام للبخاری: ص ۱۳)**[12]

---

(۳) ابو منصور محمد بن محمد بن عثمانؒ **(م ۴۰۴ھ)** بھی ثقہ ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۹: ص ۵۹۵)**

(۴) احمد بن جعفر بن حمدان، ابو بکر القطیعیؒ **(م ۳۶۷ھ)** بھی ثقہ، امام ہیں۔ **(ایضاً: ج ۸: ص ۲۸۲)**

(۵) امام ابو علی، بشر بن موسی بن صالحؒ **(م ۲۸۸ھ)** بھی مشہور ثقہ، عاقل، امام ہیں۔ **(ایضاً: ج ۶: ص ۷۲۴)**

(۶) امام ابو عبد الرحمٰن، عبد اللہ بن یزید المقریؒ **(م ۲۱۳ھ)** صحیحین کے راوی اور ثقہ، فاضل مقری ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۷۱۵)**

(۷) امام ابو حنیفہ، نعمان بن ثابتؒ **(م ۱۵۰ھ)** مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور اپنی روایت میں ثبت و مضبوط ہیں۔ **(تفصیل انشاء اللہ آنے والے شماروں میں آئے گی)**

(۸) حماد بن ابی سلیمانؒ **(م ۱۲۰ھ)**

(۹) امام ابراہیم نخعیؒ **(م ۹۶ھ)** مشہور ائمہ ثقات میں سے ہیں۔

لہذا یہ سند صحیح ہے۔ اور امام ابراہیم نخعیؒ کی مراسیل ائمہ کے نزدیک صحیح اور مضبوط ہیں، جس کے حوالے گزر چکے۔

[12] امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ **(م ۲۵۶ھ)** کہتے ہیں کہ

وروى أبو حباب، عن سلمة بن كهيل، عن إبراهيم، قال في نسخة عبد الله: وودت أن الذي يقرأ خلف الإمام ملئ فوه نتنا۔ (القراءۃ خلف الامام للبخاری: ص ۱۳)

سند کے روات کی تحقیق:

(۱) امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ **(م ۲۵۶ھ)** مشہور ثقہ، امام، حافظ الحدیث، محدث، اور حجت ہیں۔ **(تقریب، الکاشف)**

(۲) خالد بن الحباب، ابو حبابؒ بھی صدوق ہیں۔ امام ابو حاتمؒ **(م ۲۷۷ھ)** کہتے ہیں کہ ان کی احادیث لکھی جائے، امام قاسم بن قطلوبغاؒ **(م ۸۷۶ھ)** اور حافظ ابن حبانؒ **(م ۳۵۴ھ)** نے ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج ۴: ص ۹۳)**،

اعتراضات:

اثری صاحب کہتے ہیں کہ ابو حباب متکلم فیہ راوی ہے۔ اور امام بخاریؒ نے اس کی پوری سند ذکر نہیں کی۔ **(توضیح الکلام:۹۹۸)**

جوابات:

اثری صاحب نے میزان کے حوالے سے ان پر جرح کی ہے۔ لیکن میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ " **روى عن سليمان التيمي أدركه أبو حاتم، وسمع منه، وقال: يكتب حديثه وقال غيره: ليس بذاك** "۔ **(میزان: ج ۱: ص ۶۲۹)**
اب یہ غیرہ کون ہے، اثری صاحب ہی بتائے، کیا غیر مقلدین کے نزدیک مجہول کی بات مقبول ہے ؟؟؟ خاص طور سے جب کہ دوسرے ائمہ نے توثیق کی ہے۔

اور ابو الحباب، خالد بن الحبابؒ کو حافظ ذہبیؒ نے اس طبقے میں شمار کیا ہے، جن کی وفات **(۲۱۱ھ تا ۲۲۰ھ)** کے درمیان ہوئی ہے۔ **(تاریخ الاسلام : ج۵: ص ۳۰۴)** اس لحاظ سے امام بخاریؒ **(م ۲۵۶ھ)** کا ان سے سماع ممکن ہے۔ لہذا اثری صاحب یہ کہنا کہ امام بخاریؒ نے اس کی پوری سند ذکر نہیں کی قابل غور ہے۔

یاد رہے کہ ابراھیم عن عبد اللہ کی روایت قوی اور مضبوط ہوتی ہے۔ دیکھئے **(مجلہ الاجماع : ش۱۱: ص ۱۳)**، لہذا اس روایت کو مرسل کہنا بھی مردود ہے۔ بلکہ صحیح یہی ہے کہ یہ روایت درایتاً متصل ہے۔

نیز ان کے متابع میں امام طحاویؒ کی ایک روایت موجود ہے، وہ کہتے ہیں کہ " **حدثنا أبو بكرة، قال: ثنا أبو داود، قال: ثنا حديج بن معاوية، عن أبي إسحاق، عن علقمة، عن ابن مسعود، قال: «ليت الذي يقرأ خلف الإمام ملئ فوه ترابا** "۔ **(شرح معانی الآثار: ج ۱: ص ۲۱۹)** اس روایت پر اثری صاحب نے درج ذیل اعتراضات کئے ہیں۔

- حدیج متکلم فیہ ہے۔
- ابو اسحاقؒ مدلس و مختلط ہے۔
- علقمہ سے ابو اسحاق سے سماع ثابت نہیں۔ **(توضیح: ص ۹۹۸)**

جوابات:

(۱) حدیج پر کلام ہے، لیکن بر حال وہ متابع کی صورت میں مقبول ہیں۔ اور یہاں ان کے متابعات موجود ہے۔ نیز ابو اسحاق السبیعیؒ **(م ۱۲۰ھ)** کے شاگرد محمد بن عجلانؒ **(م ۱۴۸ھ)** نے بھی اس روایت کو مرسلاً بیان کیا ہے۔ **(مصنف عبد الرزاق: رقم ۲۸۰۶)** لہذا جرح مردود ہے۔

(۱۳) امام ابو عبد اللہ، احمد بن محمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱؁ھ) کہتے ہیں کہ

" **أجمع الناس أن هذه الآية في الصلاة** "

لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیات نماز کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(**مسائل ابو داود : رقم ۲۲۳**)، ایک بار امام صاحب سے جب دل ہی دل میں فاتحہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا گیا، تو کہتے ہیں کہ "**قَـــــالَ**

---

(۲) ائمہ کے نزدیک ابو اسحاق کبھی کبھار تدلیس کرنے والے ہیں۔لہذا ان کی تدلیس خود غیر مقلدین کے اصول سے مقبول ہے۔دیکھئے (**مجلہ الاجماع : ش ۹: ص۲۳**) ،اس روایت میں ابو اسحاق پر مختلط کا اعتراض بھی مردود ہے،کیونکہ ان کے متابع میں ثقہ، امام ابراھیم نخعیؒ (م ۹۶؁ھ) موجود ہے۔

(۳) ابو اسحاق السبیعیؒ (م ۱۲۰؁ھ) کا سماع علقمہ سے ثابت ہے۔دیکھئے **مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۵۹۱۸**۔لہذا یہ تمام اعتراضات مردود ہے۔ پھر ایک تیسری سند امام ابو بکر البیہقیؒ (م ۴۵۸؁ھ) نے ذکر کی ہے۔ (**کتاب القراءۃ للبیہقی: ص ۱۶۸**) چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ "**أخبرنا أبو بكر أحمد بن الحسن القاضي ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب نا يحيى بن أبي طالب, نا عمرو بن عبد الغفار, عن ابن أبي ليلى, عن الحكم, عن إبراهيم, عن علقمة, عن عبد الله, قال: «لأن أعض على جمر الغضا أحب إلي من أن اقرأ خلف الإمام** "۔اس سند میں عمرو بن عبد الغفارؒ متکلم فیہ راوی ہے۔ لیکن ان کے متابع میں ابراہیم نخعی کی مرسل روایت موجود ہے، جیسا کہ گزر چکا، (**ص:**)،لہذا اس روایت میں ان پر کلام فضول اور بیکار ہے اور ابن ابی لیلیؒ متابعات میں مقبول ہیں۔لہذا اس روایت کی اصل معلوم ہوتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے امام بیہقیؒ کو کہنا پڑھا کہ " **هذا إن سلم من عمرو بن عبد الغفار ثم من محمد بن عبد الرحمن بن أبي ليلى فالمراد بالقراءة الجهر**"۔(**ایضاً**)

آخر میں شیخ الالبانیؒ کا قول بھی ملاحظہ فرمایئے، شیخؒ نے تقریباً یہی روایت ابن مسعودؓ کے شاگرد علقمہ بن قیسؒ سے مقطوعاً صحیح ثابت مانا اور کہا کہ " **قلت: وعلقمة والأسود بن يزيد من الذى تفقهو اعلى ابن مسعود رضى الله عنه, فلعلهما تلقيا ذلك عنه, فإن ثبت ذلك, فهو دليل على صحته عن ابن مسعود, وإن كان إسناده عنه ضعيفاً, كما رأيت**" میں کہتا ہوں کہ علقمہؒ اور اسود بن یزیدؒ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے ابن مسعودؓ سے فقہ حاصل کیا، تو شاید یہ (مسئلہ) انہوں نے ان (ابن مسعودؓ) سے سیکھا ہو، پس اگر یہ ثابت ہو جائے تو یہ دلیل ہوگی کہ یہ (مسئلہ عدم قراءت خلف الإمام) ابن مسعودؓ سے صحیح طور پر منقول ہے، اگرچہ ان (ابن مسعودؓ) تک اس (اثر) کی سند ضعیف ہے، جیسا کہ آپ نے دیکھا۔(**ارواء الغلیل: ج ۲: ص ۲۸۱**)

الغرض یہ پوری تفصیل بتا رہی ہے کہ یہ روایت ابن مسعودؓ سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

لَا وَقَالَ {وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآن فَاسْتَمِعُوا لَهُ وأنصتوا} " مت پڑھو، اور کہا کہ جب قرآن کی تلاوت ہو، تو اس کی طرف کان لگاؤ اور خاموش رہو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ **(مسائل احمد بروایت عبد اللہ: رقم ۲۵۴)**

یہی وجہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب لکھی پر جانے والی سب سے پہلی مختصر اور متن الفقہ میں امام ابو القاسم الخرقیؒ (م ۳۳۴ھ) لکھتے ہیں کہ

" المأموم إذا سمع قراءة الإمام فلا يقرأ ب"الحمد" ولا بغيرها لقوله تعالى: {وإذا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ}........الاستحباب أن يقرأ في سكتات الإمام وفيما لا يجهر فيه فإن لم يفعل فصلاته تامة لأن من كان له إمام فقراءة الإمام له قراءة"

مقتدی جب امام کی قراءت سنے، تو نہ فاتحہ پڑھے اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی دوسری سورت، اللہ تعالی کے قول [**وإذا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ**] کی وجہ سے، اور جہری نماز میں امام کے سکتات میں نیز سری نمازوں میں قراءت کرنا مستحب ہے، لیکن اگر اس نے قراءت نہ کی، تو بھی اس کی نماز مکمل ہے اس لئے کہ جس کا کوئی امام ہے، تو امام کی قراءت ہی مقتدی کی قراءت ہے۔ **(مختصر الخرقی: ص ۲۴)**

(۱۴) مشہور مفسر، ثقہ حافظ الحدیث، امام ابو جعفر، محمد بن جریر الطبریؒ **(م ۳۱۰ھ)** آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر کے بارہ میں جتنے بھی اقوال ہیں ان سب میں سب زیادہ راجح قول یہ ہے کہ اس کا شان نزول نماز اور خطبہ ہے، اور آگر فرماتے ہیں کہ

وقد صح الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بما ذكرنا من قوله: "إذا قرأ الإمام فأنصتوا" فالإنصات خلفه لقراءته واجب على من كان به مؤتمًّا سامعًا قراءته، بعموم ظاهر القرآن والخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس کے بارے میں حضور ﷺ سے صحیح حدیث مروی ہے، آپ کا ارشاد عالی ہے کہ جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو، لہذا جو شخص امام کے پیچھے اس کی اقتداء کررہا ہو اور اس

کی قراءت کو سن رہا ہو،اس پر واجب ہے کہ وہ خاموش رہے امام کی قراءت کی وجہ سے، قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اور جناب رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی وجہ سے۔(**تفسیر ابن جریر: ج۱۳: ص۳۵۳**)

مشہور مفسر، محدث، حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) کہتے ہیں کہ

هذا اختيار ابن جرير أن المراد بذلك [الإنصات في الصلاة وفي الخطبة؛ لما جاء في الأحاديث من الأمر بالإنصات] خلف الإمام وحال الخطبة

امام ابن جریرؒ کا مسلک ہے کہ نماز میں اور خطبہ میں خاموشی سے مراد امام کے پیچھے اور خطبے کے دوران خاموش رہنا ہے۔(**تفسیر ابن کثیر: ج۳: ص۵۳۸**)

(۱۵) ثقہ، ثبت فقیہ اور مفسر امام سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ) اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ

سعيد بن جبير يقول في قوله: (وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا) قال: الإنصات: يوم الأضحى، ويوم الفطر، ويوم الجمعة، وفيما يجهر به الإمام من الصلاة

جمعہ اور دونوں عیدوں کے دن (کے خطبوں کے وقت) اور امام کی جہری نماز میں خاموش رہنا ہے۔(**تفسیر ابن جریر: ج۱۳: ص۳۵۱**)[13]

---

[13] امام ابن جریر طبریؒ (م ۳۱۱ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثني المثنى قال: حدثنا سويد قال: أخبرنا ابن المبارك، عن بقية بن الوليد قال: سمعت ثابت بن عجلان يقول: سمعت سعيد بن جبير يقول في قوله: (وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا) قال: الإنصات: يوم الأضحى، ويوم الفطر، ويوم الجمعة، وفيما يجهر به الإمام من الصلاة۔(تفسير ابن جرير: ج۱۳: ص۳۵۱)

اس روایات کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں۔(**دیکھئے ص:۲۰**)

معلوم ہوا کہ یہ آیات امام کے پیچھے قراءت کی ممانعت کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے۔[14]

نیز اس روایت سے معلوم ہوا کہ سعید بن جبیرؒ (م ۹۵؁ھ) جہری نمازوں قراءت میں قائل نہیں تھے۔ البتہ سری میں تھے۔
(کتاب الآثار لابی یوسف: ص ۲۴، کتاب الآثار لابی عبد اللہ محمد بن الحسن: ج ۱: ص ۱۸۶)

[14] اثری صاحب نے ائمہ احناف کے حوالے پیش کر کے یہ بتانے کی کوشش کی کہ ائمہ احناف کے نزدیک یہ آیات کا تعلق جہری نمازوں سے ہے، سری سے نہیں۔ **(توضیح الکلام: ص ۶۲۵)**

الجواب:

اثری صاحب کے بقول جب ائمہ احناف کے نزدیک یہ آیت کا تعلق جہری نماز سے ہے۔ اور اس آیت سے جہری نمازوں میں قراءت منسوخ ہے۔ جیسا کہ توضیح الکلام میں موصوف نے حوالے ذکر کئے ہیں۔

تو اثری صاحب اور غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ کم سے کم اس آیت سے جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کو منسوخ تسلیم کرلیں، کیونکہ بقول ان کے ائمہ احناف اور ان کے علاوہ ائمہ اسلاف مثلاً عبد اللہ بن مسعودؓ، ابن عباسؓ، مجاہدؒ، ابو العالیہؒ، محمد بن کعب القرظیؒ، سعید بن جبیرؒ، زہریؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن جریر طبریؒ، وغیرہ نے بھی اس آیت کا شان نزول قرات خلف الامام تسلیم کیا ہے۔

نیز ان ائمہ اسلاف میں سے کسی کا مسلک بھی کم سے کم جہری نماز میں قراءت کرنے کا نہیں ہے۔ والحمد للہ

لہذا موجودہ غیر مقلدین اور علماء غیر مقلدین سے گزارش ہے کہ ضد چھوڑدے، ان باتوں پر غور کریں اور کم سے کم شیخ الالبانیؒ کی طرح جہری نمازوں میں قراءت کو منسوخ و متروک تسلیم کرلیں۔ **وما علینا الا البلاغ المبین،**

امام کے پیچھے قراءت کے مسئلے میں امام مجاہد بن جبرؒ (م ۱۰۴ھ) کا مسلک

ارشاد الحق اثری صاحب نے امام مجاہدؒ کی طرف منسوب ایک قول کو جزء القراءت للبخاری، کتاب القراءت للبیہقی، منصف ابن ابی شیبہ وغیرہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: کہ جب امام کے پیچھے قراءت نہ کی جائے، تو نماز کو دوبارہ پڑھا جائے۔ **(توضیح الکلام: ص ۴۹۳)**

الجواب:

ان تینوں کتابوں میں روایت کی سند میں امام اللیث بن ابی سلیمؒ (م ۱۴۸ھ) موجود ہے۔ جو کہ خود اثری صاحب کے نزدیک ضعیف ہے۔ **(اعلاء السنن فی المیزان: ص ۳۵۰)**

لہذا ان کی روایات سے استدلال مردود ہے۔

ان کے متابع میں جو روایت اثری صاحب نے ذکر کی، اس میں ایسی کوئی بات نہیں، جس سے امام مجاہدؒ کا یہ مسلک ثابت ہوتا ہو کہ وہ سری اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کے قائل ہے۔

بلکہ اس روایت میں یہ ہے کہ

قال ابو بكر ابن ابى شية : حدثنا هشيم، قال: أخبرنا حصين، قال: صليت إلى جنب عبيد الله بن عبد الله بن عتبة، قال: فسمعته يقرأ خلف الإمام، قال: فلقيت مجاهدا فذكرت له ذلك، قال: فقال مجاهد: سمعت عبد الله بن عمرو يقرأ خلف الإمام

حصین بن عبد الرحمٰن الکوفیؒ (م ۱۳۶ھ) نے عبیداللہ بن عبد اللہ بن عتبہؒ (م ۹۸ھ) کے پہلو میں نماز پڑھی، تو انہوں نے عبیداللہ کو امام کے پیچھے قراءت کرتے سنا، تو حصین بن عبد الرحمٰن الکوفیؒ (م ۱۳۶ھ) نے جب اس بات ذکر امام مجاہدؒ سے کیا، تو امام مجاہدؒ نے کہا کہ میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کو امام کے پیچھے قراءت کرتے سنا۔ **(مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۳۷۷۱)**

لیکن مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۲۷۷۵ میں ہے کہ

عبد الرزاق، عن ابن عيينة، عن حصين بن عبد الرحمن قال: سمعت عبيد الله بن عبد الله بن عتبة يقرأ في الظهر و العصر مع الإمام۔

یہی راوی حصین بن عبد الرحمٰن الکوفیؒ (**م۱۳۶ھ**) کہتے ہیں کہ میں نے عبیداللہ بن عبد اللہ بن عتبہؒ (**م۹۸ھ**) کو امام کے ساتھ ظہر اور عصر میں قراءت کرتے ہوئے سنا۔

سنن کبری بیہقی کی روایت میں امام مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں نے خود ابن عتبہ اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ دونوں کو امام کے پیچھے قراءت کرتے ہوئے سنا۔ (**ج۲: ص۲۴۲، حدیث نمبر ۲۹۴۰**)

ایک روایت میں امام مجاہدؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ظہر اور عصر میں قراءت کرتے سنا۔ (**مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۲۷۷۴**)

مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک اور روایت میں امام مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ ظہر میں سورہ مریم کی قراءت کرتے سنا۔ (**مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۳۷۷۰**)

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان روایات کا تعلق صرف سری نمازوں سے ہے۔ اور ابن عتبہؒ (**م۹۸ھ**) کی قراءت، حصین بن عبد الرحمٰن الکوفیؒ (**م۱۳۶ھ**) کا سوال، مجاہدؒ کا جواب اور عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی قراءت بھی سری نمازوں کے تعلق سے تھی۔

لہذا یہ روایت لیثؒ کی روایت کی تائید نہیں کرتی۔

مجاہدؒ کا صحیح مسلک:

صحیح روایات میں امام مجاہدؒ (**م۱۰۴ھ**) کا ارشاد موجود ہے کہ انہوں نے کہا کہ آیت جب قراءت کی جائے، تو خاموش رہو، کا تعلق نماز سے ہے۔ یعنی امام کے پیچھے قراءت کے وقت خاموش رہنا ہے۔ (**تفسیر ابن جریر: ج۱۳: ص۳۴۹**)،

ایک اورروایت میں امام مجاہدؒ نے کہا (جس کا خلاصہ یہ ہے کہ) نماز میں امام کے قراءت کرتے وقت اور جمعہ کے دن، خطبے کے وقت خاموشی واجب ہے۔(**تفسیر ابن ابی حاتم: ج۵: ص۱۶۴۶، وفی اسنادہ جابر الجعفی وھو ضعیف کمافی تقریب لکن یقویہ بالمتابع، انظر تفسیر ابن جریر: ج۱۳: ص۳۴۹**)،

اس سے معلوم ہوا کہ امام مجاہدؒ کا مسلک امام کے پیچھے خاموش رہنے کا ہے۔

اثری صاحب کی روایت کے راوی لیث بن ابی سلیم کی ہی ایک اور روایت ہے کہ

وقال عبد الرزاق، عن الثوري، عن ليث، عن مجاهد أنه كره إذا مر الإمام بآية خوف أو بآية رحمة أن يقول أحد من خلفه شيئا، قال: السكوت

جب امام آیت خوف یا آیت رحمت کی تلاوت کریں تو مقتدیوں میں کسی ایک آدمی کا ایک حرف بھی کہنے کو، امام مجاہدؒ نے مکروہ قرار دیا ہے اور کہا کہ امام کے پیچھے خاموش رہو۔(تفسیر عبدالرزاق بحوالہ **تفسیر ابن کثیر: ج۳: ص۵۳۸**)

امام ابن شہاب الزہریؒ (م ۱۲۵ھ) کا مسلک

امام ابن شہاب الزہریؒ (م ۱۲۵ھ) جہری نمازوں امام کے پیچھے قراءت کے قائل نہیں تھے۔ چنانچہ ابن جریر الطبریؒ (م ۳۱۰ھ) کہتے ہیں کہ

حدثني المثنى قال: حدثنا سويد قال: أخبرنا ابن المبارك، عن يونس، عن الزهري قال: لا يقرأ مَن وراء الإمام فيما يجهر به من القراءة، تكفيهم قراءة الإمام وإن لم يُسْمِعهم صوته، ولكنهم يقرءون فيما لم يجهر به سرًّا في أنفسهم. ولا يصلح لأحد خلفه أن يقرأ معه فيما يجهر به سرًّا ولا علانية. قال الله: (وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون)

امام زہریؒ کہتے ہیں کہ امام کے پیچھے جہری نمازوں میں مقتدی قراءت نہ کریں، امام کا پڑھنا ہی مقتدیوں کے لئے کافی ہے، چاہے وہ مقتدیوں کو کچھ بھی نہ سناتا ہو، مقتدیوں کو نہ تو جہر سے قراءت کرنا جائز ہے، اور نہ آہستہ سے۔ ہاں سری نمازوں میں وہ اپنے دل میں قراءت کر سکتا ہے اور جہری نمازوں میں اس لئے منع ہے کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ **وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلكم ترحمون۔ (تفسیر ابن جریر الطبری: ج ۱۳: ص ۳۵۰)**

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں۔ **(دیکھئے ص: ۲۰)**

معلوم ہوا کہ امام زہریؒ جہری نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کے قائل نہیں تھے۔ البتہ سری نمازوں میں اس کی اجازت دیتے تھے۔ لیکن اس میں بھی وجوب کے قائل نہیں تھے۔ واللہ اعلم

قراءت خلف الامام کے سلسلے میں عبد اللہ بن عباسؓ (م ۶۸ھ) کا مسلک

صحیح روایات کے مطابق ابن عباسؓ امام کے پیچھے جہری نماز میں قراءت کے قائل نہیں تھے۔

دلیل نمبر ۱:

چنانچہ امام ابو جعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کہتے ہیں کہ

حدثنا ابن أبي داود، قال: ثنا أبو صالح الحراني، قال: ثنا حماد بن سلمة، عن أبي جمرة، قال: قلت لابن عباس أقرأ والإمام بين يدي. فقال: «لا»

ابو جمرہؒ (م ۱۲۸ھ) کہتے ہیں کہ میں نے ابن عباسؓ سے پوچھا کہ جب امام میرے سامنے ہو، تو کیا میں قراءت کروں، تو ابن عباسؓ نے کہا: کہ نہیں، مت کرو۔ **(شرح معانی الآثار: ج ۱: ص ۲۲۰، حدیث نمبر ۱۳۱۶)**[15]

سند کے روات کی تحقیق:

(۱) امام طحاویؒ کی توثیق گزر چکی۔

(۲) ابو اسحاق، ابراہیم بن ابی داود البرلسیؒ (م ۲۷۰ھ)، ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ہیں۔ **(سیر: ج ۱۳: ص ۳۹۳)**

(۳) ابو صالح عبد الغفار بن داود الحرانیؒ (م ۲۲۴ھ) صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۴۱۳۶)**

(۴) حماد بن سلمہؒ (م ۱۶۷ھ) صحیح مسلم اور سنن اربع کے راوی اور ثقہ، عابد ہیں۔ **(تقریب: رقم ۱۴۹۹)**

---

[15] **شرح معانی الآثار** کے مطبوعہ نسخے میں ابو جمرہ کے بجائے ابو حمزہ لکھا ہے۔ جو کہ غلط اور کاتب کی غلطی کا نتیجہ ہے۔ صحیح ابو جمرہ ہے، جو کہ ابن عباسؓ کے شاگرد اور حماد بن سلمہؒ کے استاذ ہیں۔

نوٹ:

محدثین کا کہنا ہے کہ حماد بن سلمہؒ کا آخری عمر میں حافظہ متغیر ہو گیا تھا۔ **(ایضاً)**، لیکن حماد بن سلمہ سے ابو صالح عبدالغفار بن داود الحرانیؒ (م۲۲۴ھ) نے ان کے حافظہ متغیر ہونے سے پہلے روایت لی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ ابو صالح عبدالغفار بن داود الحرانیؒ کے ترجمہ میں کہتے ہیں کہ

سار به أبوه وهو طفل، فنشأ بالبصرة، وتفقه، وكتب العلم، ثم رجع إلى مصر مع والده

ابو صالح عبدالغفار بن داود الحرانیؒ کے والد ان کو (بصرہ) لے گئے، جب کہ وہ بچے تھے، پھر ابو صالحؒ نے بصرہ میں پرورش پائی، دین کی سمجھ حاصل کی، علم کو لکھا، پھر اپنے والد کے ساتھ مصر واپس آ گئے۔

اس کے چند سطور کے بعد حافظ ذہبیؒ (م۷۴۸ھ) خود لکھتے ہیں کہ

قدم مصر مع أبيه في سنة إحدى وستين

ابو صالح اپنے والد کے ساتھ (۱۶۱ھ) میں مصر آئے۔ **(سیر :ج۱۰: ص ۴۳۹)** نیز امام ابن یونس المصریؒ (م۳۴۷ھ) نے بھی یہی بات کہی ہے۔ **(تاریخ الاسلام: ج۵: ص ۶۲۲)**

جب کہ حماد بن سلمہؒ کی وفات (م۱۶۷ھ) میں ہوئی ہے۔ اور محدثین کا کہنا ہے کہ حماد بن سلمہؒ کا **"آخری عمر میں حافظہ متغیر"** ہو گیا تھا۔ **(تقریب، تہذیب التہذیب)**، ثابت ہوا کہ ابو صالح عبدالغفار بن داود الحرانیؒ (م۲۲۴ھ) نے حماد بن سلمہ سے ان کے حافظہ متغیر ہونے سے پہلے سماع کیا۔

لہذا اس روایت میں حماد بن سلمہؒ (م۱۶۷ھ) ثقہ ہیں اور ان پر حافظہ متغیر ہونے الزام باطل و مردود ہے۔

(۵) ابو جمرہ، نصر بن عمران البصریؒ (م۱۲۸ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، مضبوط ہیں۔ **(تقریب : رقم ۷۱۲۲)**

(۶)　عبد اللہ بن عباسؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔**(تقریب)**

معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

دلیل نمبر ۲ :

امام ابو محمد، عبد الرحمٰن ابن ابی حاتمؒ (م۳۲۷؁ھ) فرماتے ہیں کہ

حدثنا أبي، ثنا النفيلي، ثنا مسكين بن بكير، ثنا ثابت بن عجلان، عن سعيد بن جبير، عن ابن عباس، قال: "إن المؤمن في سعة من الاستماع إِلَيْهِ إِلَّا يوم جمعة، أو في صلاة مكتوبة أو يوم أضحى أو يوم فطر في قوله: {وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا}

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ آیت **وإذا قرئ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا** کے مطابق، مومن کے لئے فرض نماز میں، جمعہ، عید الفطر اور عید الاضحی کے دنوں میں (خطبے کے وقت) خاموش رہنا کے سوا کوئی گنجائش نہیں ہے۔**(تفسیر ابن ابی حاتم : ج۵: ص ۱۶۴۶، الدر المنثور :ج۳: ص ۶۳۷، قراءت خلف الامام للبیہقی: ص۱۰۸)**[16]

سند کے روات کی تحقیق:

(۱)　امام ابو محمد، عبد الرحمٰن ابن ابی حاتمؒ (م۳۲۷؁ھ) اور

(۲)　امام ابو حاتم محمد بن ادریسؒ (م۲۷۷؁ھ) مشہور ثقہ ائمہ جرح و تعدیل میں سے ہیں۔

---

[16] تفسیر ابن ابی حاتم کے مطبوع نسخہ میں کاتب کی غلطی کی وجہ سے "**إن المؤمن في سعة من الاستماع إِلَيْهِ إِلَّا يوم جمعة** " کے بجائے "**إن المؤمن في سعة من الاستماع إِلَي يوم جمعة** " آگیا ہے۔ لیکن امام سیوطیؒ نے یہی روایت کو جب ابن ابی حاتمؒ کی تفسیر سے نقل کیا تو "**إن المؤمن في سعة من الاستماع إِلَيْهِ إِلَّا يوم جمعة** " کے الفاظ نقل کیا ہے۔ لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ اسے بات کو نوٹ کر لیں۔

(۳) عبد اللہ بن محمد، ابو جعفر **النفیلـــــــــــــــــــــی**ؒ (م ۲۳۴ھ) صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تقریب: رقم ۳۵۹۴)**

(۴) مسکین بن بکیرؒ (م ۱۹۸ھ) صحیحین کے راوی اور صدوق ہیں۔ **(تقریب: رقم ۶۶۱۵، الکاشف)**

(۵) ثابت بن عجلانؒ صحیح بخاری کے راوی اور صدوق ہیں۔ **(تقریب: رقم ۸۲۲)**

(۶) سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ) مشہور ثقہ، ثبت ائمہ مفسرین میں سے ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۲۷۸)**

(۷) عبد اللہ بن عباسؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ **(تقریب)**

معلوم ہوا کہ اس کی سند حسن ہے۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن عباسؓ امام کے پیچھے قراءت کے قائل نہیں تھے۔

اثری صاحب کے پیش کردہ روایات کے جوابات:

پہلی دلیل:

اثری صاحب نے پہلی روایت عیزار بن حریثؒ سے حوالے سے ذکر کی کہ ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو۔ **(توضیح الکلام: ص ۴۶۱)**

الجواب:

اس روایت کا تعلق سری نماز سے ہے، چنانچہ ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث امام طحاویؒ **(م ۳۲۱ھ)** کہتے ہیں کہ

حدثنا علي بن شيبة, قال: ثنا يزيد بن هارون قال: أنا إسماعيل بن أبي خالد عن العيزار بن حريث عن ابن عباس رضي الله عنهما, قال: اقرأ خلف الإمام بفاتحة الكتاب في الظهر و العصر

ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھو۔**(شرح معانی الآثار : ج۱: ص ۲۰۶،حدیث نمبر ۱۲۱۹)**

عیزار بن حریثؒ کی اس روایت میں ظہر اور عصر کا ذکر ہے۔لہٰذا یہ روایت سری نماز کے تعلق سے ہے۔

دوسری دلیل:

دوسری روایت اثری صاحب کتاب القراءت للبیہقی کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے فرمایا: کہ امام کے پیچھے پڑھو خواہ وہ بلند آواز سے پڑھ رہا ہو یا آہستہ۔**(توضیح الکلام: ص ۴۶۷)**

الجواب:

کتاب القراءت للبیہقی میں اس روایت کی ۲ سندیں موجود ہے۔ان دونوں سندوں کے دفاع میں خود اثری صاحب کہتے ہیں کہ اور (پہلی سند میں) عقبہ بن عبد اللہ اصم اگرچہ ضعیف ہے، لیکن لیث **(بن ابی سلیم)** اس کا متابع موجود ہے۔**(توضیح الکلام: ص ۴۶۶-۴۶۷)**

مگر یہاں مسئلہ صرف ان ۲ حضرات کی روایت کا نہیں ہے۔بلکہ عقبہ بن عبد اللہ اصمؒ اور لیث بن ابی سلیمؒ کی روایت ثقہ حضرات حماد بن سلمہؒ **(م ۱۶۷ھ)**،اور ثابت بن عجلانؒ کی روایات کے بھی خلاف ہے۔جن میں ابن عباسؓ نے امام کے پیچھے قراءت سے منع کیا ہے۔

لہٰذا یہاں مخالفت ثقات کی وجہ سے عقبہ بن عبد اللہ اصمؒ اور لیث بن ابی سلیمؒ کی روایات کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

تیسری دلیل:

تیسری روایت کو اثری صاحب نے نقل کیا کہ ابن عباسؓ نے کہا کہ کوئی نماز قراءت کے بغیر نہ پڑھو۔اگرچہ تم فاتحہ ہی پڑھو۔

الجواب:

اس روایت کا تعلق مقتدی سے نہیں ہے۔خود غیر مقلد عالم زبیر علی زئی کہتے ہیں کہ ہر خاص دلیل ہر عام دلیل پر مقدم ہوتی ہے۔**(نور العینین : ص ۵۸)** اور خاص روایات میں ابن عباسؓ نے مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت کرنے سے روکا ہے۔دیکھئے **ص:۳۸،**

لہذا اس روایت کا مقتدی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

خلاصہ:

عبد اللہ بن عباسؓ **(م۶۸ھ)** جہری نمازوں قراءت کے قائل نہیں تھے۔البتہ سری نمازوں میں تھے۔

کیا عبد اللہ بن مسعودؓ امام پیچھے قراءت کے قائل تھے؟؟

بعض ائمہ نے ان روایات **"یکفیك ذلك الإمام"، "أن عبد الله بن مسعود لم یقرأ خلف الإمام"** کو صرف جہری نماز پر محمول کیا ہے، ان کا کہنا ہے کہ سری نمازوں ابن مسعودؓ سے قراءت کرنے کی روایات مروی ہے۔ لیکن یہ بات قابل غور ہے کیونکہ

(۱) مذکورہ بالا تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن مسعودؓ امام کے پیچھے مطلق قراءت کے قائل نہیں تھے۔ نہ سری میں اور نہ ہی جہری میں۔ جیسا کہ روایات کے الفاظ **"یکفیك ذلك الإمام"، "أن عبد الله بن مسعود لم یقرأ خلف الإمام"** صاف طور سے مطلق قراءت کے منع پر دلالت کرتے ہیں۔

پھر روایت **" أن عبد الله بن مسعود كان لا یقرأ خلف الإمام فیما جھر فیه، وفیما یخافت فیه"** صریح ہے کہ ابن مسعودؓ نہ جہری نماز میں امام کے پیچھے قراءت کرتے تھے اور نہ سری میں۔

بلکہ طبرانی کی ایک روایت میں الفاظ ہے **"كان لا یقرأ خلف الإمام وكان إبراھیم یأخذ به "** کہ قراءت خلف الامام کے سلسلے میں ابراھیم نخعیؒ نے ابن مسعودؓ کا قول لیا ہے۔ ابراھیم نخعیؒ کا مسلک سری اور جہری دونوں نمازوں میں عدم قراءت کا ہے۔ (**کتاب الآثار ابو یوسف : ص ۲۴، مصنف ابن ابی شیبہ** وغیرہ) لہذا معلوم ہوا کہ یہ روایات مطلق قراءت سے منع کرتی ہے۔

(۲) ابراھیم نخعیؒ کے بارے میں امام دار قطنیؒ (**م ۳۸۵ھ**) کہتے ہیں کہ " **إبراھیم النخعي ھو أعلم الناس بعبد الله وبرأیه وبفتیاه** " ابرھیم نخعیؒ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ابن مسعودؓ کی اقوال اور فتاوی کو جاننے والے تھے۔ (**سنن دار قطنی: ج۴: ص ۲۲۶، حدیث نمبر ۳۳۶۵**)، حافظ ذہبیؒ کہتے ہیں کہ " **وَكَانَ بَصِیْرًا بِعِلْمِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ** " ابرھیم ابن مسعودؓ کے علم کے ماہر تھے۔ (**سیر: ج۴: ص ۵۲۱**)، لہذا ابن مسعودؓ کے سلسلے میں ابراھیم نخعیؒ کا قول دوسرے ائمہ پر حجت ہوگا، اور یہ گزر چکا کہ وہ ابن مسعود کے تعلق سے یہ واضح کرتے تھے کہ وہ سری اور جہری دونوں نمازوں میں امام کے پیچھے عدم قراءت کے قائل تھے۔ (**دیکھئے ص: ۲۷**)

(۳) عبد اللہ بن مسعودؓ کے تمام اصحاب سری اور جہری نمازوں میں امام کے پیچھے ام القرآن یا کسی دوسری صورت کے ایک حرف کی بھی قراءت کے قائل نہیں تھے۔**(دیکھئے ص:۲۲-۲۷)** یہ بھی قوی دلیل ہے کہ ابن مسعودؓ کا مسلک مطلق عدم قراءت کا تھا۔

(۴) سری نمازوں میں ابن مسعودؓ سے قراءت کرنے کی تمام کی تمام روایات **ضعیف یا غیر واضح** ہونے کے ساتھ ساتھ **ثقہ، حفاظ کی مطلق عدم قراءت کی روایات کے خلاف بھی ہے۔** تفصیل ملاحظہ فرمائے

- اثری صاحب نے پہلی روایت شریک عن اشعث کی سند سے پیش فرمائی اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔**(توضیح الکلام: ص ۴۴۱)**،

الجواب:

اشعثؒ کی یہی روایت شعبہؒ نے بیان کیا ہے، امام طحاویؒ کہتے ہیں کہ " **حدثنا أبو بكرة, وابن مرزوق, قالا: ثنا أبو داود, قال: ثنا شعبة, عن أشعث بن أبي الشعثاء قال: سمعت أبا مريم الأسدي يقول: «سمعت ابن مسعود رضي الله عنه يقرأ في الظهر** "۔**(شرح معانی الآثار: ج۱: ص ۲۱۰)**، اس روایت میں **"خلف الامام"** کے الفاظ نہیں ہے۔جو شریکؒ کی روایت میں ہے۔ معلوم ہوا کہ روایت میں **"خلف الامام"** کے الفاظ نقل کرنے میں شریکؒ منفرد ہے، اور شیخ الالبانیؒ کہتے ہیں کہ " **لا يحتج به إذا تفرد, ولا سيما إذا خالف غيره من الثقات الحفاظ** " شریک جب کسی روایت میں منفرد ہوتے ہے، تو ان سے احتجاج نہیں کیا جائے گا، تو جب ثقہ، حافظ کی مخالفت کریں، تو وہ کس طرح حجت ہوسکتے ہیں۔**(اصل صفة الصلاة: ج۲: ص ۱۷ے)**، شیخ ابو اسحاق الحوینی اثری صاحب بھی کہتے ہیں کہ " **شريك كان سيىء الحفظ. وسيىء الحفظ لا يحتج به إذا انفرد, فكيف إذا خالف** "۔**(نزول الركبة: ص ۳۱)**، قریب قریب یہی بات شیخ مقبل کے شاگرد شیخ ابو عبیدۃ عبد الرحمٰن الزاوی نے بھی کہی ہے۔**(فتح الودود: ص ۱۲)**

الغرض شریکؒ اس روایت میں منفرد بھی ہے اور انہوں نے شعبہؒ کی مخالفت بھی کی ہے۔نیز ان کا کوئی ثقہ متابع بھی نہیں ہے۔اور شریک کا تفرد کا دفاع کرتے ہوئے اثری صاحب نے بھی شعبہؒ کی روایت ذکر کی۔مگر اس پر توجہ نہیں دی کہ اس روایت میں شریکؒ نے دراصل شعبہؒ کی مخالفت کی ہے۔

یا شاید موصوف نے اس تفرد اور مخالفت کو اصول "**حدیث یفسر بعضه بعضا**" سے دور کرنے کی کوشش کر رہے ہے۔مگر اثری صاحب یہی اصول حضرت عبادۃؓ کی "**لا صلاۃ۔۔۔**" والی روایت کے بارے میں بھول گئے۔

خلاصہ یہ روایت مخالفت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

- دوسری روایت اثری صاحب نے لیثؒ کی سند سے پیش کی۔(**ایضاً**)

جواب:

خود اثری صاحب نے صراحت کی کہ یہ روایت محض متابعات کے طور پیش کر رہے ہیں۔(**ایضا: ص ۴۴۴**)، مگر یہاں مسئلہ متابعات کا نہیں، بلکہ مخالفت کا ہے۔غیر مقلدین حضرات جواب عنایت فرمائے کہ کیا لیث بن ابی سلیمؒ مخالفت کی صورت میں مقبول ہونگے، کیونکہ ثقہ، حفاظ نے ابن مسعودؓ سے مطلق قراءت نہ کرنا نقل کیا ہے، جیسا کہ گزر چکا،

- تیسری روایت اثری صاحب نے "**مومل بن اسماعیل نا سفیان عن ابی اسحاق** "کی سند سے ذکر کی۔(**ایضاً: ص ۴۴۷**)

جواب:

اس روایت میں ابو اسحاقؒ اور سفیان ثوریؒ کی تدلیس [جو کہ غیر مقلدین کے نزدیک مضر ہے] اور مومل کے ضعف کے علاوہ ایک اہم علت یہ ہے کہ مومل بن اسماعیل اس روایت میں " **فإن أحدكم تكون معه السورة فيقرأها ,فإذا فرغ ركع من قبل أن يركع الإمام ,فلا تسابقوا قراءكم** " الفاظ میں منفرد ہے

اور دوسرے ثقہ حفاظ مثلاً زہیرؒ، ابو الاحوصؒ، معمرؒ وغیرہ نے نے یہ روایت ابو اسحاقؒ سے نقل کی، لیکن اس میں یہ الفاظ موجود نہیں ہے۔(**المعجم الکبیر للطبرانی : ج۹: ص ۲۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ : حدیث نمبر ۷۲۲۱**)، لہذا یہ الفاظ ہی مشکوک ہے، جس کو اثری صاحب متابعات میں پیش کیا ہے۔ نیز مخالفت تو اپنی جگہ باقی ہے۔

- ایک روایت اثری صاحب نے یہ پیش کی کہ جس میں علقمہ کا بیان ہے کہ " **صليت إلى جنب عبد الله, فلم أعلم أنه يقرأ حتى جهر بهذه الآية {وقل رب زدني علما}** " میں ابن مسعودؓ کے پہلو میں نماز پڑھی، مجھے پتا نہیں چلا کہ آپؓ قراءت کر رہے ہے، یہاں تک کہ آپؓ نے "**وقل رب زدني علما**" زور سے پڑھا،

<u>الجواب:</u>

اس روایت میں کئی احتمالات ہیں۔

۱- اس روایت میں امام کے پیچھے پڑھنے کا ذکر نہیں، اس کے جواب میں موصوف اثری نے پھر اس اصول "**حديث يفسر بعضه بعضا**" کو ذکر کیا ہے۔ حالانکہ وضاحت کی گئی کہ شریکؒ اور مومل ؒ کی نفس روایت کے الفاظ ہی میں مخالفت ہے۔ اور لیث کی روایت بھی ان ثقہ، حفاظ کے خلاف ہے۔ جس میں قراءت کا ممانعت وارد ہے۔ لہذا ان روایت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو گا۔

۲- ممکن ہے کہ انہوں نے یہ رکوع یا سجدہ میں پڑھی ہو۔

۲- یا ابن مسعودؓ نے یہ کلمات بطور دعا پڑھی ہو۔

الغرض جب احتمالات موجود ہے، تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خود اثری صاحب نے کہا ہے۔(**توضیح الکلام: ص ۸۳۲**)، خلاصہ ابن مسعودؓ سری اور جہری نمازوں میں قراءت کے قائل نہیں تھے۔ واللہ اعلم

امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) کے نزدیک ثقہ ہیں۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) ثقہ راوی سے ہی روایت کرتے ہیں، چنانچہ:

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کہتے ہیں کہ: "کل من روی عنہ مالک فھو ثقۃ" ہر وہ راوی جس سے امام مالکؒ روایت کریں، وہ ثقہ ہے۔ **(سوالات ابن ہانی للامام احمد: رقم ۲۳۶۷)**

امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کہتے ہیں کہ امام مالکؒ ثقہ یا صدوق سے ہی روایت کرتے ہیں **(الکامل: ج:٦: ص ۲۰۷)**
امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ ابو امیہ عبد الکریم کے علاوہ، ہر وہ راوی جس سے امام مالکؒ روایت کریں، وہ ثقہ ہے۔

حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی تہذیب التہذیب کے مقدمہ میں یہی بات کہی ہے۔

غیر مقلدین کے شیخ البانیؒ اور شیخ ابو الحسن السلیمانی کا بھی یہی موقف ہے۔ **(سلسلہ احادیث صحیحہ: جلد ۱: صفحہ ٦۳۹، اتحاف النبیل: جلد ۲: صفحہ ۱۰۹)**

معلوم ہوا کہ امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) ثقہ راوی سے ہی روایت کرتے تھے۔ اور امام مالکؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت لی ہے۔

چنانچہ:

۱ – صدوق [17] امام ابو المؤید محمد بن محمود الخوارزمیؒ (م ٦٦۵ھ) نے امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کو امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔ **(جامع المسانید: جلد ۲ : صفحہ ۵۵۹)**

---

[17] دیکھئے: **الاجماع شمارہ نمبر ۴: صفحہ ۳۰۔**

۲ – ثقہ[18]، ثبت امام ابو محمد عبد القادر القرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کو امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔ **(الجواہر المضیہ: جلد۱: صفحہ ۵۴۶)** اور کہا کہ: ''کان یسالہ و یأخذ بقولہ سرا، ویسمع منہ متنکراً''۔ (آپ ان سے پوچھتے بھی تھے، اور غیر اعلانیہ طور پر آپ کا قول اختیار کرتے تھے اور بھیس بدل کر آپ سے سنتے بھی تھے)۔

۳ – ثقہ[19]، حافظ الحدیث امام محمد بن یوسف الصالحی الدمشقیؒ (م ۹۴۳ھ) بھی امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کو امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کا شاگرد بتایا ہے، اور کہتے ہیں کہ ''**أنہ روی عن الإمام أبی حنیفۃ وروی الإمام أبو حنیفۃ عنہ**'' امام مالکؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے امام مالکؒ۔ **(عقود الجمان: صفحہ ۱۵۱)**

۴ – امام ابراہیم بن محمد بن دقماقؒ (م ۸۰۷ھ) کہتے ہیں کہ ''**مالک بن انس کان یأخذ بقولہ ویسمع منہ**'' امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ کے قول اختیار کرتے تھے اور ان سے روایت سنتے تھے۔ **(نظم الجمان مخطوطہ** پیرس [فرانس]**: جلد ۱ : فولیو نمبر: ۲۸)**

۵ – حجت، امام ابن حجر ہیثمیؒ (م ۹۷۴ھ) نے تسلیم کیا ہے کہ امام مالکؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے اور کہا ''**ھذان الإمامان من جملۃ الآخذان عنہ**'' یہ دونوں ائمہ (امام لیث بن سعدؒ اور امام مالکؒ) ان لوگوں میں سے ہیں، جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت لی ہے۔ **(الخیرات الحسان: صفحہ ۲۶)**

اور بطور مثال **مالک عن ابی حنیفۃ** کی سند سے ایک روایت پیش خدمت ہے۔

امام، حافظ طلحہ بن محمد الشاہدؒ (م ۳۸۰ھ) فرماتے ہیں کہ:

عن أحمد بن محمد (عن عبد الله بن أحمد بن بهلول قال هذا كتاب جدي إسماعيل بن حماد فقرأت فيه) عن سفيان عن مالك عن أبي حنيفة عن أبان بن أبي عياش عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله ابن مسعود رضي الله عنه قال لم يقنت رسول الله صلى الله عليه

---

[18] دیکھئے: **عقود الجمان: ص ۴۰**۔

[19] دیکھئے: **فهرس الفهارس: ج ۲: ص ۱۰۶۲**۔

وآلہ وسلم في الفجر قط إلا شھراً واحداً لأنہ حارب حیاً من المشرکین فقنت یدعو علیھم۔
(مسندِ امام ابو حنیفۃ لطلحۃ بن محمد بحوالہ **جامع المسانید: جلد ۱ : صفحہ ۳۲۴)**

اس روایت کے رواۃ کی تحقیق درجِ ذیل ہیں:

۱ — امام حافظ طلحہ بن محمد الشاہدؒ **(م ۳۸۰ھ)** صدوق اور عادل ہیں۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ: **"الشيخ، العالم، الأخباري، المؤرخ"** حافظ طلحہ بن محمدؒ شیخ، عالم، اخباری اور مؤرخ ہیں۔ **(سیر اعلام النبلاء: جلد ۱۶: صفحہ ۳۹۶)**

ابو طاہر محمد بن حسین بن سعودؒ **(م ۴۴۸ھ)** **قاضی ابو القاسم** علی بن ابی علی محسنؒ **(م ۴۴۷ھ)** امام خطیب البغدادیؒ **(م ۴۶۳ھ)** امام ابو نصر ابن ماکولاؒ **(م ۴۷۵ھ)** اور امام ابو سعد السمعانیؒ **(م ۵۶۲ھ)** وغیرہ نے آپ کو " معدل " قرار دیا ہے۔ **(المتفق والمفترق: جلد ۳ : صفحہ ۱۵۰۱، تاریخ ابن عساکر: جلد ۶: صفحہ ۲۶۰، تاریخ بغداد: جلد ۳: صفحہ ۲۹۸، تھذیب المستمر لابن ماکولا: صفحہ ۲۱۳، الانساب للسمعانی: جلد ۵: صفحہ ۳۸۷)**

" معدل " کے بارے میں نامور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری نے بحوالہ امام سمعانیؒ **(م ۵۶۲ھ)** لکھا ہے: المعدل اس راوی کا نام ہے جس کی تعدیل اور تزکیہ بیان ہوا ہو اور اس کی شہادت مقبول ہو۔ **(مقالات: ج ۲ : ص ۲۶۹، ۲۶۸)** نیز مولانا اثری نے زبیر علی زئی (جنہوں نے اسی طرح کے ایک اور راوی پر بھی یہی اعتراض کیا تھا) کے رد میں لکھا ہے: المعدل کسی ضعیف کا لقب نہیں بلکہ اس کا لقب ہے جو عادل اور قابل قبول ہو، تو اس کی عدالت اور توثیق کا انکار محض مجادلہ ہے۔ **(ایضاً)**

معلوم ہوا کہ یہ لقب خود غیر مقلدین کے نزدیک راوی کی توثیق اور اس کے قابل و قبول ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

امام ابو مؤید محمد بن محمود الخوارزمیؒ **(م ۶۶۵ھ)** نے ان کو امام، حافظ، ثقہ، ثبت اور عادل قرار دیا ہے۔ **(جامع المسانید: جلد ۲ : صفحہ ۴۸۷، جلد ۱: صفحہ ۴)**

علامہ زرکلیؒ فرماتے ہیں کہ:

طلحة بن محمَّد بن جعفر الشاهد، أبو القاسم: مؤرخ، من أهل بغداد له (أخبار القضاة)

وهو من رجال الحديث، صحيح السماع، إلا أنه كان معتزليا داعية، فترك أهل الحديث الرواية عنه۔

طلحہ بن محمدؒ اہل بغداد میں سے ایک مؤرخ ہیں، اور ان کی کتاب اخبار القضاۃ کے نام سے ہے اور وہ رجالِ حدیث میں سے ہیں، اور ان کا سماع صحیح ہے، مگر وہ اعتزال کی طرف بلانے والے تھے، اسلئے محدثین نے ان کی روایت کو ترک کر دیا۔ **(الاعلام للزرکلی: جلد ۳ : صفحہ ۲۲۹)**

اس پوری تفصیل سے معلوم ہوا کہ حافظ طلحہؒ **(م ۳۸۰؁ھ)** عادل مؤرخ اور صدوق راوی ہیں اور ان پر ان کے اعتزال کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے۔

۲ – امام ابو العباس احمد بن محمد بن سعید ابن عقدہؒ **(م ۳۳۲؁ھ)** مشہور حافظ الحدیث اور ارکان الحدیث میں سے ہیں۔

ان کے بارے میں تفصیل درج ذیل ہے:

بعض ائمہ نے ان کے بارے میں جرح بلکہ ان پر جھوٹ اور حدیث گھڑنے کی تہمت لگائی ہے۔ لیکن کئی ائمہ ان پر کئے گئے جروحات کے جوابات دئے ہیں۔

چنانچہ:

حافظ حمزہ سہمیؒ **(م ۴۲۷؁ھ)** کہتے ہیں کہ:

"مایتهم مثل أبي العباس بالوضع إلا طبل "

ابو العباس جیسے شخص پر وہی حدیث گھڑنے کا الزام لگا سکتا ہے، جس کو کچھ آتا جاتا نہ ہو، امام دار قطنیؒ **(م ۳۸۵؁ھ)** نے یہاں تک کہدیا کہ:

" أشهد أن من اتهمه بالوضع فقد كذب "

میں شہادت دیتا ہوں کہ جو کوئی ابو العباس ابن عقدہؒ پر وضع حدیث کی تہمت لگائے، وہ جھوٹا ہے۔

اسی طرح، حافظ ذہبیؒ نے کہا:

" **ما علمت ابن عقدة اتهم بوضع حديث أما الإسناد فلا أدرى** "

میں نہیں جانتا کہ ابن عقدہؒ پر حدیث کا متن گھڑنے کا الزام لگایا گیا ہے، جہاں تک سند کی بات ہے، تو میں نہیں جانتا۔ تقریباً یہی بات حافظ ابن عبد الہادیؒ (**م ۷۴۴ھ**) نے بھی کہی ہے۔ (**طبقات علماء حدیث: جلد ۳: صفحہ ۳۱**)

حافظ ابن حجرؒ (**م ۸۵۲ھ**) ان کے رد میں کہتے ہیں کہ:

قلت أنا: وَلا أظنه كان يصنع في الإسناد إلا الذي حكاه ابن عَدِي وهي الوجادات التي أشار إليها الدارقطني

میں نہیں سمجھتا کہ انہوں نے کوئی سند گھڑی ہے، البتہ ابن عدیؒ نے پائے گئے نسخوں کی بات کہی ہے، جس کی طرف دار قطنیؒ نے اشارہ کیا ہے۔ (ان کی وجہ سے ان پر کلام ہے)

معلوم ہوا کہ ابن عقدہؒ پر نہ حدیث کے متن گھڑنے کا الزام صحیح ہے اور نہ ہی سند گھڑنے کا۔ اور ان پر کلام دراصل ان " وجادات " [نسخوں] کی وجہ سے ہوا۔

نوٹ:

ابن عدیؒ نے وجادات والی بات ابو بکر ابن ابی غالبؒ سے نقل کی ہے اور حافظ الحدیث، امام قاسم بن قطلوبغاؒ نے ابو بکر ابن ابی غالبؒ کی بات کارد کیا اور ان کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ (**کتاب الثقات للقاسم: جلد ۲: صفحہ ۳۰**)[20]

---

[20] امام صاحب کے الفاظ ہیں:

وقال ابن عدي: صاحب معرفة، وحفظ، وتقدُّم في الصنعة، رأيت مشايخ بغداد يسيئون الثناء عليه، ولولا أني شرطت أن أذكر كلَّ من تُكُلِّمَ فيه لم أذكره للفضل الذي كان فيه والمعرفة ثم لم يسق له شيئاً منكراً وذكر في ترجمة العطاردي أن ابن عقدة سمع منه ولم يحدث عنه لضعفه عنده.

ابن عقدہؒ کے بارے میں شیخ ابو الطیب المنصوری بھی کہتے ہیں کہ:

" **حافظ عجيب، إلّا أنّه لا يحتج به لكثرة المناكير في حديثه للوجادات** "۔

عجیب حافظ الحدیث ہیں، مگر یہ کہ ان سے احتجاج درست نہیں ہے، اس لئے کہ وجادات کی وجہ سے ان کی روایتوں میں کثرت سے منکر حدیثیں پائی جاتی ہیں۔ **(الدلیل المغنی: صفحہ ۱۲۸)**

امام خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) نے ان پر موجود کلام اور وضاحت سے پیش کیا کہ:

" **في حديثه نظر، فإنه يروي نسخاً عن شيوخ لا يُعْرَفُوْن، ولا يتابع عليها** "

ان کی حدیث قابل غور ہے، اس لئے کہ وہ نسخے ایسے شیوخ سے روایت کرتے ہیں جو مجہول ہوتے ہیں اور نہ ہی ان میں ان کی متابعت ہوتی ہے۔ **(الارشاد: جلد ۲: صفحہ ۵۷۹)**

غالباً انہیں نامعلوم شیوخ کی وجہ سے ہی ان کی روایت کو امام دار قطنیؒ نے منکر کہا ہے۔ **(لسان المیزان: جلد ۱: صفحہ ۶۰۳)**

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ایک اور کتاب میں کہتے ہیں کہ:

أبو العباس الهمداني هو ابن عقدة حافظ كبير، إنما تكلموا فيه بسبب المذهب، ولأمور أخرى ولم يُضَعَّف بسبب المتون أصلا. فالإسناد حسن۔

ابو العباس الہمدانیؒ، وہ ابن عقدہؒ ہیں، بڑے حافظ الحدیث ہیں، ان پر (ان کے) مذہب اور دیگر امور کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے، جبکہ متون حدیث کی وجہ سے ان کی تضعیف ہر گز نہیں کی گئی، پس یہ سند حسن ہے۔ **(التلخیص الحبیر: جلد ۱: صفحہ ۲۳۹)**

ایک جگہ مزید وضاحت سے فرماتے ہیں کہ:

قلت: وهذا يرد ما حكي عن ابن أبي غالب من أنه يُسَوِّي النسخ.

" وأما أبو العباس بن عقدة فكان من كبار الحفاظ، حتى قال الدارقطني: أجمع أهل الكوفة أنه لم يكن بها من زمن ابن مسعود أحفظ منه، ولم يتهم بالكذب، وإنما كان يعاب بالتشيع، وكثرة رواية المناكير، لكن الذنب فيها لغيره. "

جہاں تک ابو العباس ابن عقدہؒ کی بات ہے، تو وہ بڑے حفاظ حدیث میں ہیں، یہاں تک کہ امام دار قطنیؒ نے کہا کہ : اہل کوفہ کا اجماع ہے کہ ابن مسعودؓ کے زمانہ سے (ان کے زمانہ تک) ابن عقدہؒ سے زیادہ حافظہ والا کوئی نہیں ہوا، ان پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی گئی، البتہ ان کے شیعہ ہونے اور کثرت سے منکر روایتیں بیان کرنے کا عیب ان پر لگایا گیا، لیکن اس میں خطا اور غلطی دوسرے کی وجہ سے ہے۔ **(موافقۃ الخبر الخبر: جلد ۲: صفحہ ۱۱۱)**

حافظؒ کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ ان کی روایات میں مناکیر کا ذمہ دار اوپر کا راوی ہے، نہ کہ ابن عقدہؒ۔

امام ابو محمد عبد الغنی المصریؒ **(م ۴۰۹ھ)** کہتے ہیں کہ :

" كان حمزة الكناني يحدث عنه ويحسن القول فيه "

حافظ حمزہ الکنانیؒ **(م ۳۵۷ھ)** ان سے روایت کرتے اور ان کے بارے میں اچھی بات کہتے تھے۔ **(اطراف الغرائب الدارقطنی للإمام القیسرانی: جلد ۱: صفحہ ۴۶)**

خلاصہ کلام یہ ہے کہ:

۱ – امام ابن عقدہؒ **(م ۳۳۲ھ)** پر نہ حدیث کے متن گھڑنے کا الزام صحیح ہے اور نہیں سند گھڑنے کا۔

۲ – ان پر کلام وجادات [نسخوں] کی وجہ سے ہوا ہے۔

۳ – کیوں کہ وہ وجادات کو مجہول شیوخ سے بیان کرتے تھے، جن کی وجہ سے ان کی روایات کو مناکیر میں شمار کیا جانے لگا۔

۴ – نیز، ان وجادات سے بیان کرنے میں ابن عقدہؒ منفرد تھے، یعنی ان وجادات [نسخوں] کا ذکر ابن عقدہؒ ہی کرتے تھے، ان کے علاوہ کوئی اور ان وجادات کا ذکر نہیں کرتا تھا۔

جامع المسانید کی روایت میں ابن عقدہؒ کا کیا مقام؟

لیکن اس جامع المسانید للخوارزمی کی روایت میں ابن عقدہؒ صدوق ہیں، کیونکہ :

۱ – ابن عقدہؒ نے یہاں اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کی کتاب کا ذکر اپنے صدوق شیخ، عبد اللہ بن احمد بن بہلول الکوفی الأزدیؒ [21] سے نقل کیا ہے، لہذا یہاں اس نسخے کو ذکر کرنے میں ان کے شیخ صدوق اور مقبول ہیں۔

۲ – اس نسخے (یعنی اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ کی کتاب) کا ذکر امام ابن عقدہؒ کے علاوہ احمد بن یحییٰؒ اور صدوق قاضی عمر الاشنانیؒ (م۳۳۹ھ) نے بھی کیا ہے۔ **(مسند ابی حنیفہ بروایۃ الحارثی [22]: جلد ۱ : صفحہ ۲۹۱، جامع المسانید: جلد ۱ : صفحہ ۳۰۶، مسند ابی حنیفہ لابن خسرو: جلد ۱ : صفحہ ۱۹۷)**

یعنی اس کتاب کو ذکر کرنے میں امام ابن عقدہؒ (م۳۳۲ھ) کے متابع امام احمد بن یحییٰؒ (م۳۳۸ھ) [23] موجود ہیں۔

لہذا اس روایت ابن عقدہؒ پر وجادات کے سلسلہ میں اعتراضات باطل اور مردود ہیں اور وہ اس روایت میں صدوق ہیں۔ واللہ اعلم

۳ – عبد اللہ بن احمد بن بہلولؒ بھی صدوق ہیں۔ [24]

---

[21] ان کی توثیق آگے آرہی ہے۔

[22] امام ابو محمد الحارثیؒ (م۳۴۰ھ) کی توثیق کے لئے **الاجماع: شمارہ نمبر ۲ : صفحہ ۱۰۹۔**

[23] احمد بن یحییٰؒ سے مراد راجح قول میں ثقہ، امام ابو نصر احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن یحییٰ النیساپوریؒ (م۳۳۸ھ) ہیں جو کہ کثیر السماع اور نیساپوری کے فقیہ ہیں۔ **(الروض الباسم: جلد ۱ : صفحہ ۲۷۳)**، کیونکہ حافظ حارثیؒ نے عامۃ اپنے مسلک کے ائمہ سے سماع کیا ہے، جیسا کہ ان کی کتاب سے ظاہر ہے۔

[24] تمام مسانید ابی حنیفہ میں ابن عقدہؒ نے جہاں کہیں اسماعیل بن حمادؒ کی کتاب سے امام صاحب کی روایت ذکر کی، وہاں پر ابن عقدہؒ کے شیخ، عبد اللہ بن احمد بن بہلولؒ ہی ہیں۔ دیکھئے: **مسند ابی حنیفۃ لابن ابی نعیم: صفحہ ۷۵، مسند ابی حنیفہ للحارثی: جلد ۱ : صفحہ ۱۲۵، مسند ابی حنیفہ لابن**

عبد اللہ بن احمد بن بہلول الکوفی الأزدیؒ سے امام ابن عقدہؒ (م ۳۳۲ھ)، امام ابو نصر احمد بن یحییؒ (م ۳۳۸ھ) قاضی عمر اشنانیؒ (م ۳۳۹ھ) اور امام ابن کاس النخعیؒ (م ۳۲۴ھ) وغیرہ نے روایت کی ہے۔ (**اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ: صفحہ ۵۸، ۵۷، تاریخ بغداد: جلد ۱۳ : صفحہ ۳۵۹، طبعہ علمیہ، مسند امام ابی حنیفہ بروایت حارثی: جلد ۱ : صفحہ ۲۹۱، جامع المسانید: جلد ۱ : صفحہ ۳۰۶، مسند ابی حنیفہ لابن خسرو: جلد ۱ : صفحہ ۱۹۷**)

اور امام ابن عقدہؒ (م ۳۳۲ھ) نے ایک روایت میں ان کو "قاضی" قرار دیا ہے۔ (**مسند امام ابی حنیفہ بروایۃ حارثی: جلد ۲ : صفحہ ۸۹۰**)، معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن بہلولؒ کی بحیثیتِ قاضی دینی شہرت تھی، جو کہ ان کے عادل اور صدوق ہونے کے لئے کافی ہے۔ (**اضواء المصابیح: صفحہ ۲۵۱، التمہید لابن عبد البر: ج ۱: ص ۲۸**)

لہذا ابن بہلولؒ بھی صدوق ہیں۔

۴ – اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ (م ۲۱۲ھ) مشہور فقیہ، قاضی اور ثقہ راوی ہیں۔ [25]

خسرو: جلد ۲ : صفحہ ۴۹۶، مسند ابی حنیفہ للحافظ طلحہ، بحوالہ جامع المسانید: جلد ۲ : صفحہ ۱۲۴) اور بعض جگہ ابن بہلولؒ اور ان کے "جد" اسماعیل بن حمادؒ کی کتاب کے ذکر کی تکرار کی وجہ سے، ان حضرات کا ذکر ساقط کر دیا ہے، جیسا کہ محدثین کی عادت ہوتی ہے۔

لہذا قارئین سے گزارش ہے کہ وہ نوٹ کر لیں کہ یہاں اس روایت کی سند میں ابن بہلولؒ اور ان کے "جد" اسماعیل بن حمادؒ کی کتاب کا ذکر موجود ہے اور محض تکرار کی وجہ سے ان کا ذکر حذف کر دیا گیا۔ واللہ اعلم

نیز، اسی کتاب جامع المسانید میں امام خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے کئی جگہ حافظ طلحہؒ کی مسند سے ابن عقدہؒ کے طریق سے ابن بہلول اور ان کے "جد" کا ذکر کیا ہے، مثلاً دیکھئے:

(أخرجه) الحافظ طلحة بن محمد في مسنده (عن) أبي العباس بن عقدة (عن) عبد الله بن أحمد بن بهلول (عن) جده إسماعيل بن حماد بن أبي حنيفة (عن) أبيه (عن) أبي حنيفة رضي الله عنه۔ (جامع المسانيد: جلد ۱ : صفحہ ۴۰۷، ۴۱۰، ۵۲۵) وغیرہ۔

لہذا اس روایت میں بھی ابن بہلول اور ان کے "جد" کی کتاب کا ذکر موجود ہے۔ واللہ اعلم

[25] سند میں چونکہ اسماعیل بن حمادؒ (م ۲۱۲ھ) کی کتاب کا ذکر ہے، اس لئے ان کی توثیق بھی ذکر کر دی گئی۔

تفصیل کیلئے دیکھئے **مجلہ الاجماع: شمارہ نمبر ۱۲: صفحہ ۲۳،**

لہذا اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ **(م ۲۱۲ھ)** بھی ثقہ ہیں۔

۵ – سفیان بن عیینہؒ **(م ۱۹۸ھ)** صحیحین کے راوی اور مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور حجت ہیں۔ **(تقریب: ۲۴۵۱)**

(میزان الاعتدال: جلد ۲: صفحہ ۱۷۱، المختلطین للعلائی: صفحہ ۴۵)

۶ – امام مالک بن انسؒ **(م ۱۷۹ھ)** مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور امام دار الہجرہ ہیں۔ **(تقریب: رقم ۶۴۲۵)**

۷ – امام ابو حنیفہؒ **(م ۱۵۰ھ)** مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور ثبت، فقیہ ہیں۔ **(ان کی توثیق آنے والے شماروں میں آئے گی، انشاء اللہ)**

الغرض ثابت ہوا کہ امام مالکؒ **(م ۱۷۹ھ)** نے امام ابو حنیفہؒ **(م ۱۵۰ھ)** سے روایت لی ہے۔

ایک دوسری روایت سے تائید:

ایک دوسری روایت بھی اس بات کی تائید کرتی ہے کہ امام مالکؒ **(م ۱۷۹ھ)** نے امام ابو حنیفہؒ **(م ۱۵۰ھ)** سے روایت لی ہے، چنانچہ:

امام ابو القاسم عبد اللہ بن احمد ابن ابی عوامؒ **(م ۳۳۵ھ)** فرماتے ہیں کہ:

حدثني يوسف بن أحمد المكي قال: حدثنا محمد بن حازم الفقيه قال: حدثنا محمد بن علي الصائغ بمكة قال: حدثنا إبراهيم بن محمد الشافعي: أنه قال: أخبرني عبد العزيز بن محمد الدراوردي قال: كان مالك بن أنس ينظر في كتب أبي حنيفة وينتفع بها۔

عبد العزیز بن محمد الدراوردیؒ کہتے ہیں کہ امام مالک بن انسؒ، امام ابو حنیفہؒ کی کتابوں میں غور کرتے اور اس سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ **(فضائل ابی حنیفہ واخبارہ ومناقبہ لابن ابی عوام: صفحہ ۲۳۵)**

سند کے روات کی تحقیق:

۱ – امام ابو القاسم عبد اللہ بن احمد ابن ابی عوامؒ (م **۳۳۵ھ**) ثقہ و ثبت، امام ہیں۔ **(الاجماع: شمارہ نمبر ۲: صفحہ ۳)**

۲ – محدث یوسف بن احمد بن یوسف المکیؒ (م **۳۸۸ھ**) بھی صدوق ہیں۔ **(الاجماع: شمارہ نمبر ۳: صفحہ ۲۸۴)**

۳ – **محمد** بن حازمؒ کو خود محدث یوسف بن احمد المکیؒ (م **۳۸۸ھ**) نے فقیہ قرار دیا ہے، جو کہ ان کی دینی شہرت ہے، جس سے ان کا صدوق ہونا ظاہر ہے، دیکھئے **(صفحہ: ۵۷)**

۴ – محمد بن علی الصائغی المکیؒ (م **۲۹۱ھ**) بھی ثقہ ہیں۔ **(ارشاد القاصی والدانی: صفحہ ۵۹۴)**

۵ – ابراہیم بن محمد الشافعیؒ (م **۲۳۸ھ**) سنن نسائی اور ابن ماجہ کے راوی اور صدوق ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۳۵)**

۶ – عبد العزیز بن محمد الدراوردیؒ (م **۱۸۷ھ**) صحیحین کے راوی اور صدوق ہیں۔ **(تقریب: رقم ۴۱۱۹)**

۷ – امام مالک بن انسؒ (م **۱۷۹ھ**) کی توثیق گزر چکی۔

معلوم ہوا کہ اس کی سند حسن ہے۔

اور اس روایت میں ہے کہ امام مالکؒ (م **۱۷۹ھ**) امام صاحبؒ (م **۱۵۰ھ**) کی کتابوں سے فائدہ اٹھاتے تھے، یہ بھی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ امام مالکؒ نے، امام صاحبؒ سے روایت لی ہے، کیونکہ عامۃً شاگرد ہی استاد کی کتابوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ واللہ اعلم

تصویر کا دوسرا رخ:

امام مالک بن نسؒ (م ۱۷۹ھ) سے مروی بعض روایت کا حکم:

امام مالک بن انسؒ (م **۱۷۹ھ**) سے بعض دیگر روایات مروی ہیں، جن کو خطیبؒ اور شیخ مقبل بن ہادیؒ وغیرہ نے ذکر کیا ہے، جس میں امام صاحبؒ کے بارے میں امام مالکؒ کی دوسری رائے نظر آتی ہے، مگر وہ تمام روایات قابل قبول نہیں ہیں، کیونکہ:

۱ – متأخرین ائمہ جرح وتعدیل نے ان روایات پر اعتماد نہیں کیا اور نہ ہی ان کو اپنی کتاب میں نقل کیا ہے، دیکھئے: **مجلہ الاجماع: شمارہ نمبر ۵: صفحہ ۱۰۴۔**

۲ – یہ روایات ان روایات سے بھی خلاف ہیں، جن میں امام مالکؒ نے امام صاحبؒ کی تعریف فرمائی ہے، جیسا کہ گزر چکا۔

۳ – ائمہ عظام نے ان روایات کو مجروح قرار دیا ہے، چنانچہ:

ا: صدوق[26]، فقیہ، عالم مجاہد، ادیب، فاضل معزز اور عادل بادشاہ عیسیٰ بن ابی بکرؒ (م ۶۲۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

هذا لا يصلح أن يصدر عن مالك، لأن مالكا رضي الله عنه كان يثني على أبي حنيفة وهو ما رواه الخطيب. قال: أنبأنا البرقاني أنبأنا أبو العباس بن حمدان لفظا حدثنا محمد بن أيوب حدثنا أحمد بن الصباح قال سمعت الشافعي محمد بن إدريس قال قيل لمالك بن أنس: هل رأيت أبا حنيفة؟ قال نعم رأيت رجلا لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته۔

یہ اس لائق نہیں کہ امام مالکؒ سے صادر ہو، اس لئے کہ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی تعریف کرتے تھے، اور تعریف کی روایت وہ ہے، جس کو خطیبؒ[27] نے روایت کیا ہے کہ:

امام مالکؒ سے کہا گیا کہ: کیا آپ نے امام ابو حنیفہؒ کو دیکھا ہے؟

تو امام مالکؒ نے جواب دیا کہ: ہاں! میں ایک ایسے آدمی کو دیکھا ہے کہ جو اگر تم سے اس ستون کے بارے میں بحث کرے، کہ وہ اس کو سونے کا ثابت کر دے گا، تو وہ دلیل سے اسے سونے کا ثابت کرے گا۔ (**السهم المصيب: صفحہ ۷۰**، طبعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، مع تاریخ بغداد)[28]

---

[26] **مرآۃ الزمان لسبط ابن الجوزی: جلد ۲۲: صفحہ ۲۸۵، تاج التراجم: صفحہ ۲۲۵، تاریخ الاسلام: جلد ۱۳: صفحہ ۷۷۷۔**

[27] خطیب کی روایت کے تمام رواۃ ثقہ اور سند صحیح ہے۔ واللہ اعلم

[28] **امام ابن ابی حاتمؒ (م ۳۲۷ھ) کی تاویل اور اس کا رد:**

امام مالکؒ کے قول:

" **رأيت رجلا لو كلمك في هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته** " کی تاویل کرتے ہوئے، امام ابن ابی حاتمؒ (**۳۲۷ھ**) کہتے ہیں کہ " **أنه كان يثبت على الخطأ ويحتج دونه ولا يرجع إلى الصواب إذا بان له** " وہ خطا پر اڑے رہتے ، اس کے دفاع میں حجت کرتے ، اور صحیح بات معلوم ہوجانے کے بعد بھی اس کی طرف رجوع نہ کرتے تھے۔(**تاریخ بغداد**)

لیکن ابن ابی حاتمؒ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے، کیونکہ:

۱ – اصول ہے کہ ایک روایت دوسری روایت کی وضاحت کرتی ہے، جس کا اقرار خود غیر مقلدین کر چکے ہیں۔(**نور العینین: صفحہ ۱۲۰، دین الحق: جلد ۱ : صفحہ ۳۶۲**)

اور امام ابن کاس النخعی (**م ۳۲۴ھ**) کی روایت میں الفاظ ہے کہ "میں نے امام ابو حنیفہؒ جیسا نہیں دیکھا"۔(**عقود الجمان: ص ۱۹۰**)، اور یہ الفاظ راوی کے اعلیٰ درجہ کی ثقات پر دلالت کرتے ہیں، دیکھئے **مجلہ الاجماع: شمارہ ۴: ص ۶۵۔**

۲ – امام ذہبیؒ (**۷۴۸ھ**) اور یحییٰ بن ابراہیم السلماسیؒ (**م ۵۵۰ھ**) نے امام مالکؒ کی اس روایت کو امام ابو حنیفہؒ کی تعریف میں ذکر کیا ہے ۔ (**مناقب الامام ابو حنیفہ للذہبی : صفحہ ۳۱، منازل ائمہ اربعہ : صفحہ ۱۷۳**) ، بلکہ یحییٰ بن ابراہیم السلماسیؒ (**م ۵۵۰ھ**) نے باب باندھا: "**فی ثناء الأئمه علیه ومدح الناس له**" اور سب سے پہلے امام مالکؒ کے اسی قول کو ذکر کیا ہے۔

۳- صدوق فقیہ ، مجاہد، ادیب فاضلِ معزز اور عادل بادشاہ عیسیٰ بن ابی بکرؒ (**م ۶۲۴ھ**) ابن ابی حاتمؒ کی تاویل کے رد میں فرماتے ہیں کہ: " **وهذا القول من مالك في حق أبي حنيفة أقرب إلى المدح منه إلى الذم وأظهر** " ۔(امام مالکؒ کا یہ قول ،امام ابو حنیفہؒ کے حق میں، بنسبت مذمت کہ، مدح کے زیادہ قریب اور ظاہر ہے۔(**السهم المصيب: صفحہ ۱۷**، طبعہ دار الکتب **العلمیة**، بیروت مع تاریخ بغداد)

لہذا ابن ابی حاتمؒ کی تاویل غیر صحیح ہے۔

ب: امام، قاضی، محدث ابو الولید الباجیؒ (م۴۷۹؁ھ) نے بھی امام مالکؒ سے مروی ان روایات کو غیر صحیح قرار دیا ہے۔ **(المنتقیٰ: جلد ۷: صفحہ ۳۰۰)** [29]

---

[29] امام ابو الولید الباجیؒ (م۴۷۹؁ھ) فرماتے ہیں کہ:

وعندي أن هذه الرواية غير صحيحة عن مالك؛ لأن مالكا - رضي الله عنه - على ما يعرف من عقله وعلمه وفضله ودينه وإمساكه عن القول في الناس إلا بما يصح عنده وثبت لم يكن ليطلق على أحد من المسلمين ما لم يتحققه ومن أصحاب أبي حنيفة عبد الله بن المبارك، وقد شهر إكرام مالك له وتفضيله إياه، وقد علم أن مالكا ذكر أبا حنيفة بالعلم بالمسائل وأخذ أبو حنيفة عنه أحاديث وأخذ عنه محمد بن الحسن الموطأ وهو مما أرويه عن أبي ذر عبد بن أحمد - رضي الله عنه -، وقد شهر تناهي أبي حنيفة في العبادة وزهده في الدنيا، وقد امتحن وضرب بالسوط على أن يلي القضاء فامتنع،

وما كان مالك ليتكلم في مثله إلا بما يليق بفضله ولا نعلم أن مالكا تكلم في أحد من أهل الرأي وإنما تكلم في قوم من أصحاب الحديث من جهة النقل، وقد روي عنه أنه قال: أدركت بالمدينة قوما لم تكن لهم عيوب فبحثوا عن عيوب الناس فذكر الناس لهم عيوبا وأدركت بها قوما كانت لهم عيوب سكتوا عن عيوب الناس فسكت الناس عن عيوبهم فمالك يزهد الناس عن العيوب ومن أين يبحث في عيوب الناس وكيف يذكر الأئمة بما لا يليق بفضله، وقد ذكرت في كتاب فرق الفقهاء ما نقل عنه من ذلك وبينت وجوهه، والله أعلم وأحكم۔

اور میرے نزدیک یہ روایت امام مالکؒ سے صحیح (ثابت) نہیں، اس لئے کہ امام مالکؒ جو اپنی عقل مندی، علم، فضیلت، دینداری اپنے نزدیک صحیح اور ثابت چیز کے علاوہ کسی کے بارے میں کوئی بات کہنے سے احتیاط کرنے میں معروف ہیں، وہ کسی مسلمان کے بارے میں کوئی ایسی بات کہنے والے نہیں تھے جو ان کے نزدیک متحقق نہ ہو، امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں میں سے عبد اللہ بن المبارکؒ بھی ہیں، اور یہ مشہور ہے کہ امام مالکؒ ان کا اکرام واحترام کرتے تھے، اور یہ بات معلوم ہے کہ امام مالکؒ نے امام ابو حنیفہ کا تذکرہ مسائل کے علم کے ساتھ کیا ہے، اور امام ابو حنیفہؒ نے ان سے حدیثیں لی ہیں، نیز امام محمد بن الحسنؒ نے بھی ان سے مؤطا اخذ کی ہے، جسے میں ابو ذر عبد بن احمدؒ کے واسطے سے روایت کرتا ہوں، امام ابو حنیفہؒ انتہائی عبادت گزاری اور دنیا سے زہد میں مشہور تھے، آپ حکومت کے عتاب کا شکار ہوئے، عہدہ قضاء قبول کرنے کیلئے آپ کو کوڑے لگائے گئے مگر آپ نے انکار کیا۔

امام مالکؒ آپ جیسے شخص کے بارے میں وہی بات کہہ سکتے ہیں جو آپ کے فضل کے لائق ہو، ہمیں نہیں معلوم کہ امام مالکؒ نے فقہاء میں سے کسی کے بارے میں کلام کیا ہو، ہاں البتہ بعض محدثین کے بارے میں نقل حدیث کے اعتبار سے کلام کیا ہے، آپؒ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: میں نے مدینہ میں ایسے لوگوں کو دیکھا جن میں کوئی عیب نہیں تھا، انہوں نے لوگوں کے عیب تلاش کئے تو لوگوں نے (خود) ان کے عیوب بیان کئے، اور ایسے لوگوں کو بھی پایا جن میں عیوب تھے، مگر انہوں نے لوگوں کے عیوب بیان نہیں کئے تو لوگوں نے

ج: حافظ المغرب امام ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی ان روایات کے مرجوح ہونے کی طرح اشارہ کیا ہے، چنانچہ، حافظ المغربؒ کہتے ہیں کہ "**وروى ذَلِكَ كُلَّهُ عَنْ مَالِكٍ أَهْلُ الْحَدِيثِ وَأَمَّا اصحاب مَالك من أهل الرأى فَلَا يروون من ذَلِكَ شَيْئًا عَنْ مَالِكٍ**" وہ تمام کی تمام روایات امام مالکؒ سے محدثین نے بیان کی ہیں اور جہاں تک امام مالکؒ کے فقہاء شاگردوں کی بات ہے، تو انہوں ان روایات میں کوئی روایت بھی امام مالکؒ سے نقل نہیں کی۔ **(الانتقاء: صفحہ ۱۵۰-۱۵۱)**

لہذا امام مالکؒ سے مروی وہ روایات جس میں امام صاحب کے بارے میں ان کی دوسری رائے نظر آتی ہے، غیر صحیح اور غیر مقبول ہے۔

اور صحیح یہی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ **(م ۱۵۰ھ)** امام مالکؒ **(م ۱۷۹ھ)** کے نزدیک ثقہ ہیں۔ واللہ اعلم

بھی ان کے عیبوں کا تذکرہ نہ کیا، تو امام مالکؒ تو لوگوں کو دوسروں کے عیوب دیکھنے سے روک رہے ہیں، وہ خود کیسے لوگوں کے عیوب تلاش کریں گے، اور ائمہ کیسے آپ کے بارے میں ایسا تذکرہ کر سکتے ہیں جو آپ کے شایان شان نہ ہو، "فرق الفقہاء" نامی کتاب میں، میں نے آپ کے بارے میں ائمہ کے اقوال کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی وضاحت بھی کی ہے۔ **(المنتقیٰ: جلد ۷: صفحہ ۳۰۰)**

ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) نے

ثقہ، امام حماد بن ابی سلیمان الفقیہؒ (م ۱۲۰ھ) سے

ان کے اختلاط پہلے روایت لی ہے۔

-مولانا نذیر الدین قاسمی

ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام ابو حنیفہ عن امام حماد بن ابی سلیمان الفقیہ کی سند پر بعض کم علم حضرات نے اعتراض کیا ہے کہ حمادؒ (م ۱۲۰ھ) کا آخری عمر میں اختلاط ہو گیا تھا اور امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کے بارے میں صراحت نہیں کہ انہوں حمادؒ سے کب روایت لی ہے۔

الجواب:

یہ اعتراض قطعاً باطل و مردود ہے۔ کیونکہ خود امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) نے صراحت کی ہے کہ " **فصحبته عشر سنين** " میں حمادؒ کے ساتھ "۱۰" سال رہا۔ (**مناقب ابی حنیفہ للذہبی: ص ۱۹، تاریخ بغداد: ج ۱۳: ص ۳۳۳، طبع بیروت**)، [30]

---

[30] حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے کہا:

أخبرنا الخلال، أخبرنا الحريري أن النخعي حدثهم قال: حدثني جعفر بن محمد بن حازم، حدثنا الوليد بن حماد عن الحسن بن زياد عن زفر بن الهذيل قال: سمعت أبا حنيفة يقول۔۔۔۔ (تاریخ بغداد: ج ۱۳: ص ۳۳۳، طبع بیروت)،

حافظ المشرقؒ، الخلالؒ، الحریریؒ، النخعیؒ مشہور ائمہ ثقات ہیں۔ جعفر بن محمد بن حازمؒ میں حافظ مزیؒ (م ۷۴۲ھ) اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔ (**تہذیب الکمال: ج ۲۶: ص ۴۲۵، ج ۱: ص ۱۵۳، تذھیب التہذیب: ج ۹: ص ۲۱۹، ج ۱: ص ۱۱۰، الجرح والتعدیل للشیخ ابراهیم بن عبد اللہ اللاحم طبع مکتبۃ الرشد: ص ۳۱۲**)، لہذا وہ بھی صدوق ہیں۔

حافظ عجلیؒ (م۲۶۱ھ) نے تو امام صاحبؒ سے نقل کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ " **صحبته ثَمَاني عشرَة سنة** " میں حمادؒ کے ساتھ " ۱۸ " سال رہا یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔ **(معرفة الثقات للعجلی: ص ۳۲۱)**،

ایک روایت میں امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) کہتے ہیں کہ " **لقد لزمت حمادا لزوماً ما اعلم ان احدا لزم مثل ما لزمته** " میں نے حمادؒ کی شاگردی میں اتنا طویل عرصہ گزارا، کہ میں نہیں جانتا کہ میرے علاوہ کسی نے اتنا عرصہ ان کے ساتھ گزارا ہو۔ **(مناقب ابی حنیفة للمکی: ج ۱: ص ۵۸، وفی نسخة بیروت: ج ۱: ص ۵۳)**،[31]

ولید بن حمادؒ **اللؤلؤي** بھی ثقہ ہیں۔ **(التذییل علی الکتب الجرح والتعدیل: ص ۳۴۱)**، حسن بن زیاد **اللؤلؤيؒ** (م۲۰۴ھ)، امام ابو حنیفہؒ (م۱۵۰ھ) سے مروی روایات میں صدوق ہیں۔ کیونکہ وہ امام صاحبؒ کی روایات میں مکثر اور حافظ تھے۔ **(تاریخ بغداد: ج۷: ص ۳۲۵، ۳۲۸، کتاب الانساب للسمعانی: ج۴: ص ۱۹۶)**، امام زفر بن ہذیلؒ (م۱۵۸ھ) بھی ثقہ ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج۴: ص ۳۱۳)**، لہذا یہ سند حسن ہے۔

[31] خطیب خوارزم، صدوق امام ابو المؤید احمد بن الموفق المکیؒ (م۵۶۸ھ) فرماتے ہیں کہ

اخبرنی الحافظ ابو منصور شهدار بن شیرویة فیما کتب الی من همدان، انا ابو الفرج سعید بن ابی الرجاء الصیرفی اجازة باصبهان، انا ابو الحسین احمد بن محمد الاسکاف، انا ابو عبد الله محمد بن اسحاق بن مندة، انا الامام ابو محمد عبد الله بن محمد الحارثی قال حدثنا العباس بن حمزة النیسابوری، انبا ابو سعید الاشج، انبا ابراهیم بن محمد بن مالک عن ابی حنیفة قال لقد لمزت حمادا لزوماً ما اعلم ان احدا لزم مثل ما لزمته و کنت اکثر السوال فربما تبرم منی ویقول یا ابا حنیفة قد انتفخ جنبی و ضاق صدری۔ (مناقب ابی حنیفة للمکی: ج ۱: ص ۵۸، نسخة بیروت: ج ۱: ص ۵۳)

امام ابو المؤید احمد بن الموفق المکیؒ (م۵۶۸ھ) کی توثیق کے لئے دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش۴: ص ۷۰**، حافظ ابو منصور شہدار بن شیرویہؒ (م۵۵۸ھ) بھی ثقہ ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج۵: ص ۲۷۰)**، ابو الفرج سعید بن ابی الرجاء الصیرفیؒ (م۵۳۲ھ)، ابو الحسین احمد بن محمد الاسکافؒ، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن مندہؒ (م۳۹۵ھ)، ابو محمد الحارثیؒ (م۳۴۰ھ) وغیرہ کی توثیق کے لئے دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش۴: ص ۶۲**، عباس بن حمزہ النیساپوریؒ (م۲۸۸ھ) بھی ثقہ ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج۵: ص ۴۵۱، التذییل علی کتب الجرح والتعدیل: ص**

ایک اور روایت میں امام صاحبؒ کہتے ہیں کہ "**كنت فی معدن العلم و الفقه مجالست اهله و لزمت فقيها من فقهائهم يقال له حماد فانتفعت به** " میں علم اور فقہ کے معدن (مرکز یعنی کوفہ) میں موجود تھا، تو میں اہل علم و اہل فقہ کے ساتھ بیٹھنے لگا اور فقہاء میں سے ایک فقیہ جن کو حماد کہا جاتا تھا، ان کو لازم پکڑا، تو میں نے حمادؒ (کے علم) سے فائدہ اٹھایا۔ **(مناقب ابی حنیفة للمکی: ج ۱: ص ۵٦، و فی نسخة بیروت: ج ۱: ص ۵۲)**۔[32]

---

۱۵۳)، حافظ ابو سعید الاشجؒ (م۲۵۷ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۳۳۵۴**)، ابراہیم بن محمد بن مالک الخیوانیؒ بھی ثقہ ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۲۳۷**)، امام صاحبؒ کی توثیق انشاء اللہ اگلے شماروں میں آئے گی۔ لہذا یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

[32] خطیب خوارزم، صدوق امام ابو المؤید احمد بن الموفق المکیؒ (م۵٦۸ھ) فرماتے ہیں کہ

اخبرنی الحافظ ابو منصور شهدار بن شيروية فيما كتب الی من همدان، انا ابو الفرج سعيد بن ابی الرجاء الصيرفی فی اجازة باصبهان، انا ابو الحسين احمد بن محمد الاسكاف، انا ابو عبد الله محمد بن اسحاق بن مندة، انا الامام ابو محمد عبد الله بن محمد الحارثی انا محمد بن الحسن البلخی، انبا نصر بن علی، انبا الاصمعی قال قال عمر بن قيس قلت لابی حنيفة: من اين لک هذا القفه قال لی كنت فی معدن العلم و الفقه مجالست اهله و لزمت فقيها من فقهائهم يقال له حماد فانتفعت به۔ (مناقب ابی حنيفة للمكی: ج ۱: ص ۵٦، نسخة بيروت: ج ۱: ص ۵۲)

امام ابو المؤید احمد بن الموفق المکیؒ (م۵٦۸ھ)، ابو الفرج سعید بن ابی الرجاء الصیرفیؒ (م۵۳۲ھ)، ابو الحسین احمد بن محمد الاسکافؒ، ابو عبد اللہ محمد بن اسحاق بن مندہؒ (م۳۹۵ھ)، ابو محمد الحارثیؒ (م۳۴۰ھ) وغیرہ کی توثیق گزر چکی۔ (**دیکھئے ص: ٦۵**)،

محمد بن الحسن البلخی سے مراد محمد بن الحسن بن الخلیل، ابو عبد اللہ النسویؒ ہے۔ کیونکہ محمد بن الحسن البلخی کو صاحب الامالی بھی کہا گیا ہے۔ (**مسند ابی حنیفۃ للحارثی: ج ۱: ص ۲۵۲، ۳۴۸**) اور یہ ابو ہشام الرفاعیؒ، ابو کریبؒ کے شاگرد ہے۔ (**مسند ابی حنیفۃ للحارثی: ج ۲: ص ۸۸۹، مناقب ابی حنیفۃ للمکی: ۲۱۸، طبع بیروت**) اور حافظ حارثیؒ (م۳۴۰ھ) کی ایک اور کتاب "**كشف الاثار الشريفة فی مناقب ابی حنيفة**" میں ان کا نام ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن الخلیل الکرمانی النسوی آیا ہے۔ (**كشف الاثار الشريفة فی مناقب ابی حنيفة مخطوطة: رقم [folio] نمبر ٦٦-٦٧، مكتبة معهد البيروني للدراسات الشرقيه. رقم الحفظ: ۳۱۰۵، طشقند، اوزباکستان**)

نوٹ:

یہ تمام روایات دلالت کرتی ہے کہ امام صاحبؒ(م ۱۵۰ھ) نے حماد بن ابی سلیمانؒ(م ۱۲۰ھ) سے ان کے اختلاط پہلے سماع کیا ہے۔ کیونکہ امام صاحبؒ(م ۱۵۰ھ) نے امام حماد بن ابی سلیمانؒ(م ۱۲۰ھ) کے ساتھ ایک عرصہ گزارا ہے اور حمادؒ کا اختلاط "آخری عمر" میں ہوا ہے۔ **(طبقات ابن سعد: ج۶: ص ۳۲۵)**

لہذا "**ابو حنیفۃ عن حماد**" کی سند پر اختلاط کا اعتراض باطل و مردود ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن الحسن بن الخلیل النسویؒ بھی ابو ہشام الرفاعیؒ، ابو کریبؒ کے شاگرد ہے۔ **(تاریخ الاسلام: ج۷: ص ۱۹۴، تاریخ ابن عساکر: ج۵۲: ص ۲۹۹، کشف الاثار الشریفۃ فی مناقب ابی حنیفۃ مخطوطۃ: رقم [folio] نمبر ۶۶-۶۷)**

لہذا یہاں محمد بن الحسن البلخی سے مراد محمد بن الحسن بن الخلیل، ابو عبد اللہ النسویؒ ہے جو کہ ابن حبانؒ(م ۳۵۴ھ) وغیرہ کے شاگرد ہے۔ واللہ اعلم

اور یہ محمد بن الحسن بن الخلیل، ابو عبد اللہ النسویؒ صدوق ہیں۔ **(مقدمۃ صحیح ابن حبان: ج۱: ص ۱۵۱، نیز دیکھئے: ج۸: ص ۱۳، ت شیخ شعیب الارنووط، صحیح ابن حبان: ج۱: ص ۳۸۸، ت شیخ حسین اسد سلیم الدارانی)**

حافظ نصر بن علی البصریؒ(م ۲۵۰ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں۔ **(تقریب: رقم ۷۱۲۰)**، الاصمعی سے مراد عبد الملک بن قریب الاصمعیؒ(م ۲۱۶ھ) ہے اور وہ بھی صحیحین کے راوی اور صدوق ہیں۔ **(تقریب: رقم ۴۲۰۵)**، البتہ قیس بن عمر المکی پر کلام ہے۔ **(تقریب: رقم ۴۹۵۹)**، لیکن چونکہ ان کے متابع موجود ہے۔ لہذا متابع کی وجہ سے یہ روایت حسن ہے۔ واللہ اعلم